ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

18

www.tanzeem.org

14 تا 20 شعبان المعظم 1439ھ / یکم تا 7 مئی 2018ء

”اسلام انسان کو ہمہ گیر آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔“

اسلام کا خاصہ یہ ہے کہ انسان بندے کی غلامی سے مطلقاً آزاد ہو جائے اور اسلامی نظام وہ واحد نظام زندگی ہے جو کسی انسان کو اس ہمہ گیر آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کرۂ ارض میں جس قدر نظام ہائے حیات رائج ہیں‘ ان میں لوگ بعض دوسرے لوگوں کو اپنا رب تسلیم کیے ہوئے ہیں۔ دنیا کی بہترین سے بہترین جمہوریتوں میں اور بدترین سے بدترین آمریتوں میں یہی صورتِ حال ہے۔ ربوبیت کا پہلا خاصہ ہی یہ ہے کہ لوگ اس رب کی بندگی کریں اور وہ رب لوگوں کے لیے اجتماعی نظم‘ طرزِ زندگی‘ ضابطے قوانین اور نیک و بد کے پیمانے وضع کرے۔ اس وقت دنیا میں جس قدر نظام ہائے زندگی رائج ہیں‘ ان میں یہ حق بعض افراد کو حاصل ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں یہ حق لوگوں کے کسی مجموعے کو حاصل ہوتا ہے۔ لوگوں کا یہ گروہ جو دوسروں کے لیے قوانین وضع کرتا ہے‘ یہی وہ گروہ ہے جو اپنے آپ کو اس زمین پر رب بناتا ہے۔

صرف اسلامی نظام ہی وہ ضابطہ ہے‘ جس میں انسان کے گلے سے غیر اللہ کی غلامی کا یہ جوا اُترتا ہے اور وہ مکمل طور پر آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ اس قدر آزاد ہوتا ہے کہ وہ اپنے لیے تصورِ حیات‘ اپنے لیے اجتماعی نظم و نسق‘ اپنے لیے نظامِ زندگی اور طریقۂ حیات اور اپنے نیک و بد کے پیمانے سب کے سب صرف اللہ سے اخذ کرتا ہے اور اس کی حیثیت بعینہٖ وہی ہوتی ہے جو اس کرۂ ارض پر کسی بھی دوسرے انسان کی ہوتی ہے۔ تمام لوگ ایک سطح پر کھڑے ہوتے ہیں۔ تمام لوگوں کی نظریں ایک ہی مالک کی طرف اٹھی ہوئی ہوتی ہیں اور ان میں کوئی بھی ایک دوسرے کا مالک نہیں ہوتا۔

اسی اور فقط اسی معنی میں اسلام اللہ کا دین ہے اور یہی دین ہے جسے تمام رسل لے کر آئے‘ اور اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اسی مفہوم میں مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو انسانوں کی بندگی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی کے اندر داخل کریں اور لوگوں کے ظلم سے انہیں نکال کر اللہ کے انصاف کے اندر داخل کریں۔

سید قطب شہید رحمہ اللہ

اس شمارے میں

سرمائے اور محنت میں توازن کی ضرورت

استقامت: حقیقی کامیابی کی علامت

مطالعۂ کلامِ اقبال (68)

پشتون تحفظ تحریک: پس پردہ محرکات

پھول سارے بکھر گئے شاید

یکم مئی اور انسانی حقوق کا چارٹر

باطل کی یلغار اور ”مسلمان قوم“

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الہدیٰ (801)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

آزادی کے بعد بنی اسرائیل کو نصیحت

سُورۃُ طٰہٰ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 80 تا 83

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ قَدۡ اَنۡجَیۡنٰکُمۡ مِّنۡ عَدُوِّکُمۡ وَ وٰعَدۡنٰکُمۡ جَانِبَ الطُّوۡرِ الۡاَیۡمَنَ وَ نَزَّلۡنَا عَلَیۡکُمُ الۡمَنَّ وَ السَّلۡوٰی ﴿۸۰﴾ کُلُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰکُمۡ وَ لَا تَطۡغَوۡا فِیۡہِ فَیَحِلَّ عَلَیۡکُمۡ غَضَبِیۡ ۚ وَ مَنۡ یَّحۡلِلۡ عَلَیۡہِ غَضَبِیۡ فَقَدۡ ہَوٰی ﴿۸۱﴾ وَ اِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اہۡتَدٰی ﴿۸۲﴾ وَ مَاۤ اَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی ﴿۸۳﴾

آیت ۸۰ ﴿یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ قَدۡ اَنۡجَیۡنٰکُمۡ مِّنۡ عَدُوِّکُمۡ وَ وٰعَدۡنٰکُمۡ جَانِبَ الطُّوۡرِ الۡاَیۡمَنَ﴾ ’’اے بنی اسرائیل! ہم نے تم لوگوں کو نجات دی تمہارے دشمن سے‘ پھر ہم نے تم لوگوں کو بلایا کوہِ طور کی داہنی جانب‘‘

یہ اسی مقام کا ذکر ہے جہاں پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا۔

﴿وَ نَزَّلۡنَا عَلَیۡکُمُ الۡمَنَّ وَ السَّلۡوٰی ﴿۸۰﴾﴾ ’’اور (صحرا میں تمہاری غذا کے لیے) تم پر من وسلویٰ نازل کیا۔‘‘

آیت ۸۱ ﴿کُلُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰکُمۡ وَ لَا تَطۡغَوۡا فِیۡہِ﴾ ’’کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اس میں زیادتی نہ کرنا‘‘

لیکن منع کرنے کے باوجود بنی اسرائیل نے اس معاملے میں زیادتی کی۔ زیادتی کی ایک صورت تو یہ تھی کہ وہ اسے سینت سینت کر رکھتے تھے‘ اس خدشے سے کہ شاید کل یہ نازل نہ ہو اور یوں توکل علی اللہ کی نفی کرتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس میں اس طرح بھی زیادتی کی کہ کچھ ہی عرصہ بعد اس کی ناقدری کرتے ہوئے اس کے مقابلے میں دوسری چیزوں کا مطالبہ شروع کر دیا۔

﴿فَیَحِلَّ عَلَیۡکُمۡ غَضَبِیۡ ۚ وَ مَنۡ یَّحۡلِلۡ عَلَیۡہِ غَضَبِیۡ فَقَدۡ ہَوٰی ﴿۸۱﴾﴾ ’’تو (ایسی صورت میں) تم پر میرا غضب نازل ہوگا‘ اور جس پر میرا غضب نازل ہو جائے تو وہ (گویا) پٹخ دیا گیا۔‘‘

آیت ۸۲ ﴿وَ اِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اہۡتَدٰی ﴿۸۲﴾﴾ ’’اور میں تو یقیناً بہت ہی معاف فرمانے والا ہوں ہر اُس شخص کے لیے جس نے توبہ کی‘ ایمان لایا‘ نیک اعمال کیے‘ اور پھر سیدھی راہ پر چلتا رہا۔‘‘

آیت ۸۳ ﴿وَ مَاۤ اَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی ﴿۸۳﴾﴾ ’’اور اے موسیٰؑ! یہ تمہیں کس چیز نے جلدی پر آمادہ کیا اپنی قوم کو چھوڑ کر؟‘‘

سورۂ مریم کی آیت ۶۴ اور آیت ۸۴ میں عجلت سے منع کیا جا چکا ہے۔ آیت ۶۴ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بالواسطہ انداز میں فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے جلد آنے کے بارے میں خواہش نہ کیا کریں‘ کیونکہ یہ تو اللہ کی مشیت کے مطابق ہی نازل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو تورات دینے کے لیے ایک معین وقت پر کوہِ طور پر بلایا تو آپؑ فرطِ اشتیاق سے قبل از وقت وہاں پہنچ گئے۔ اس آیت میں آپؑ سے پوچھا گیا کہ آپؑ اپنی قوم کو پیچھے چھوڑ کر وقت سے پہلے یہاں کیوں آ گئے ہیں؟

جاہلیت کے چار کام

عَنۡ اَبِیۡ مَالِكِ الۡاَشۡعَرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((اَرۡبَعٌ فِیۡ اُمَّتِیۡ مِنۡ اَمۡرِ الۡجَاہِلِیَّۃِ لَا یَتۡرُکُوۡنَہُنَّ الۡفَخۡرُ فِی الۡاَحۡسَابِ وَالطَّعۡنُ فِی الۡاَنۡسَابِ وَالۡاِسۡتِسۡقَاءُ بِالنُّجُوۡمِ وَ النِّیَاحَۃُ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میری اُمت میں جاہلیت کے چار کام باقی ہیں، جن کو اُمتی نہ چھوڑیں گے: حسب پر فخر کرنا، نسب میں رخنے نکالنا، تاروں سے پانی مانگنا اور مردوں پر نوحہ کرنا۔‘‘

تشریح: یعنی کفر کی یہ چار رسمیں مسلمانوں میں جاری رہیں گی۔ اپنے بزرگوں کے کاموں پر اور اپنی امارت و ثروت پر فخر کرنا کہ ہمارے فلاں بزرگ ایسے تھے۔ فلاں ایسے بہادر سپاہی تھے اور فلاں ایسے امیر تھے۔ دوسروں کے نسب میں رخنے نکالنا کہ فلاں کا پردادا غلام تھا۔ فلاں کی نانی فلاں کی لونڈی تھی یا باہر سے آئی تھی اور فلاں ایسا ویسا ہے۔ تاروں سے پانی مانگنا یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ فلاں تارا جب فلاں جگہ آئے گا تو بارش ضرور ہوگی۔ مُردوں پر ارمان کر کے رونا۔ یہ چاروں رسمیں جاہلیت کی ہیں لیکن مسلمان اپنی جہالت کی وجہ سے ان کو نہیں چھوڑتے۔ بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ مسلمان ہو کر جہالت کی رسموں پر عمل کیا جائے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

14 تا 20 شعبان المعظم 1439ھ جلد 27
یکم تا 7 مئی 2018ء شمارہ 18

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرمائے اور محنت میں توازن کی ضرورت

اُنیسویں صدی کے اواخر میں جب عالم اسلام بلاواسطہ یا بالواسطہ غیروں کے پنجۂ استبداد میں جکڑا ہوا تھا، روس پر زارِ روس کے نام سے بدترین آمریت مسلط تھی۔ البتہ یورپ میں ایک صدی پہلے اگر معاشی سطح پر صنعتی انقلاب برپا ہو چکا تھا تو سیاسی سطح پر سرمایہ دارانہ نظام کے سائے میں جمہوری طرزِ حکومت قائم ہو چکا تھا۔ ہماری رائے میں سرمایہ دارانہ نظام کو ایک ایسے طرزِ حکومت کی ضرورت تھی جس میں اکثریتی عوام کو صحیح یا غلط طور پر احساسِ شرکت ہو۔ اسی دور سے میڈیا (جو اس وقت Ministry of propaganda کی شکل میں تھا) ایک قوت کی حیثیت سے ابھرنا شروع ہوا، جس نے پارلیمنٹ کے اندر اور باہر موجود سرمایہ داروں کے نمائندوں میں ربط پیدا کر دیا، اور مخصوص قوتیں یہ تاثر دینے میں کامیاب ہوگئیں کہ حکومتی طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ اگرچہ عوام نہ اس وقت جان سکے اور شاید نہ آج تک جان سکے ہیں کہ ظاہراً مادر پدر آزاد میڈیا ساری اچھل کود تو سرمائے کی گود میں کرتا ہے۔ بہرحال ہم نے بات کا آغاز کیا تھا اُنیسویں صدی کے اواخر سے جب امریکہ میں ایک ایسا حادثہ ہوا جس نے تقریباً ثلث صدی بعد دنیا کے ایک بڑے حصہ میں سرمایہ، جمہوریت اور میڈیا کو شدید لیکن عارضی چوٹ لگائی۔ ہماری مراد یکم مئی 1886ء کو شکاگو میں مزدوروں کو پیش آنے والے حادثہ سے ہے۔ اس روز مزدوروں نے ہڑتال کی، جلوس نکالا، اور بڑی سطح پر مظاہرہ کیا۔ 3 مئی کو یہ عمل دہرایا گیا تو پولیس کی فائرنگ سے 4 افراد ہلاک ہوگئے، جن کے سوگ میں 4 مئی کو پھر جلوس نکلا، جس پر پولیس نے شدید فائرنگ کی۔ کسی طرف سے ایک گرنیڈ بھی پھینکا گیا جس سے بہت سے افراد ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ مزدوروں کے ہاتھوں میں سفید جھنڈے زمین پر گرے، جن میں بہت سے مزدوروں کے خون سے سرخ نظر آنے لگے۔ اسی سرخ رنگ کو آنے والے انقلاب نے استعمال کیا اور آج تک مزدور اِس حقیقت کو جانے بغیر سرخ جھنڈے لہراتے رہتے ہیں۔

ایک جرمن فلسفی کارل مارکس نے اس واقعہ سے بہت پہلے اپنی کتاب DasCapital کے ذریعے محنت کو اصل قوت قرار دیتے ہوئے محنت کش کی حکومت کا آئیڈیا دیا تھا۔ وہ خود اپنی زندگی میں کسی چھوٹے سے گاؤں میں بھی یہ نظام قائم نہ کر سکا، لیکن بہت سے پیروکار اُس کی زندگی میں اور بعد میں پیدا ہوئے جنہوں نے اس فلسفہ کو قبول کر لیا تھا۔ اُدھر یورپ اور امریکہ میں سرمایہ دارانہ جمہوریت بڑی مستحکم ہو چکی تھی اور غیر صنعتی یا پسماندہ دنیا بشمول عالم اسلام پر یورپ کا بلاواسطہ یا بالواسطہ تسلط قائم تھا۔ لہٰذا کارل مارکس کے فلسفہ کے تحت دنیا میں جو شور اُٹھا وہ یورپ اور امریکا کو تو خاص متاثر نہ کر سکا لیکن روس جہاں زارِ روس کے ظلم اور کرپشن نے عوام میں بے زاری اور بے چینی پیدا کی ہوئی تھی، وہاں لینن نے اسی فلسفہ کو بنیاد بنا کر 1917ء میں سیاسی فتح حاصل کر لی۔ شکاگو کے ہلاک شدگان مزدوروں کے خون کو اِس

انقلاب کے لیے خوب استعمال کیا گیا اور مزدور محنت کش اور کسان کی حکومت کے نام پر ایک پارٹی کی آمریت مسلط کر دی گئی، جس نے جبر سے مخالفین کی آواز دبا دی۔ میڈیا کو بھی سرکاری پارٹی کے تحت کر دیا گیا، جس کا کام صرف حکومتی کارکردگی پر واہ واہ کرنا تھا۔ مئی کے واقعات اور مزدوروں کی تحریک اور 1917ء کا بالشویک انقلاب درحقیقت سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف ردعمل تھا۔ لیکن بدقسمتی سے اشتراکیت کے دعوے داروں نے کیپٹلزم کے استحصال سے دنیا کو بچانے کی بجائے بدترین ریاستی کیپٹلزم رائج کر دیا۔ بہرحال سوویت یونین کے گرد ایک آئرن کرٹن تان کر اسے دنیا سے الگ تھلگ کر دیا، جس کا کم از کم ایک فائدہ ضرور ہوا کہ حکومت نے کم از کم ربع صدی بڑی یکسوئی اور محنت سے سائنس اور ٹیکنالوجی کو ترقی دے کر سوویت یونین کو ایک سپر قوت بنا دیا۔ خصوصاً عسکری اور دفاعی سطح پر وہ دوسری قوتوں سے پیچھے نہ رہا۔ اسی لیے دوسری جنگ عظیم کے خاتمے پر عالمی سطح پر ہونے والی بندر بانٹ میں اُسے وسیع حصہ ملا اور مشرقی یورپ میں سوویت یونین کے نظام اور اُس کی برتری کو قبول کر لیا گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمام بلند بانگ دعوؤں اور پروپیگنڈے کے باوجود مزدور اور محنت کش کو خوشحالی کم اور نعرے اور پُرفریب وعدے زیادہ ملے۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ بالشویک انقلاب کے نتیجہ میں بننے والی حکومتوں نے معاشی ترقی اور معاشی وسائل کی صحیح اور منصفانہ تقسیم کی بجائے عسکری اور اسلحی قوت میں اضافہ پر ساری توجہ مرکوز کر دی۔ البتہ یورپ اور امریکہ کا صنعت کار اور سرمایہ دار حالات کے تیور پہچان چکا تھا۔ ذہین سرمایہ کار یہ سمجھ گیا تھا کہ سیاسی شعور اجاگر ہو جانے کے بعد معاشی استحصال صرف اِسی صورت قائم رکھا جا سکے گا جب خالی خولی نعرے نہیں انسانوں کو سوکھی روٹی کے ساتھ ساتھ کوئی شیرینی بھی دی جائے۔ چنانچہ یورپ اور امریکہ کے صنعتی ممالک میں سوشل سیکیورٹی سکیم، مزدوروں کے لیے مفت طبی امداد، اوور ٹائم، بنیادی تعلیم، اولڈ ایج بینیفٹ فنڈ اور بہت سی دوسری سکیموں کا اعلان کیا گیا۔ پھر اُن پر عمل درآمد ہوتا بھی دکھائی دیا۔ لیکن یورپ کا جن پسماندہ ممالک پر سیاسی اور عسکری تسلط تھا وہاں اُس نے جاگیرداری نظام اور وڈیرہ ازم کے ذریعے Divide and rule کی پالیسی اپنا کر اپنا حکومتی سلسلہ کامیابی سے جاری و ساری رکھا۔

پاکستان نے 1947ء میں سفید سامراج کے جبر و استبداد سے آزادی حاصل کی تھی۔ لیکن افسوس وائے افسوس عوام تک آزادی کے ثمرات نہ پہنچ سکے، بلکہ بعض مایوس لوگ تو غلامی کے دنوں کو اچھے دن کہہ کر یاد کرتے ہیں۔ یہ حال تو متوسط طبقے کا ہے۔ رہی بات مزدور، محنت کش اور کسان کی تو جس شخص پر ہم مصورِ پاکستان ہونے کا ''الزام'' لگاتے ہیں، اگرچہ پاکستان کے قیام سے پہلے ہی اللہ نے اُسے اِس فانی دنیا سے اُٹھا لیا لیکن شاید اُس کی چھٹی حس، اُس کی بے پناہ بصیرت، اُس کی دور بینی اور دور اندیشی آنے والے وقت کا دھندلا سا نقشہ اُس پر واضح کر رہی تھی کہ اُس نے اللہ کے حضور یہ درخواست دی ۔

تو قادر و عادل ہے، مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

آج پاکستان میں مزدور اور محنت کش طبقہ کے حالات دیکھ کر اِس شعر کی تلخی بھی بدقسمت مزدور اور محنت کش کے حالات کی صحیح عکاسی کرتی دکھائی نہیں دیتی۔ استحصال اور ظلم تمام حدود پھلانگ چکا ہے۔ ہم ڈر اور خوف محسوس کرتے ہیں کہ کسی ایسی گھڑی میں ہمارے قلم سے ایسے الفاظ نہ پھسل جائیں کہ وہ قبولیت کی گھڑی ہو، وگرنہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا حکمران، صنعتکار، وڈیرہ اور سرمایہ دار (الا ماشاء اللہ) جو سلوک پاکستان کے مزدور اور محنت کش سے کر رہا ہے، اُس پر اللہ رب العزت کی صفتِ جبار اور قہار کو صدا دینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

تقسیم ہند سے پہلے جو مزدور چند آنے (ایک روپے سے کم) مزدوری لیتا تھا، وہ آج کے پندرہ ہزار روپیہ تنخواہ لینے والے سے زیادہ مطمئن اور سکھی دکھائی دیتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا طبقات شب و روز پلاننگ کرتے رہتے ہیں کہ کتنے زندہ بچے ہیں، کتنوں کو گور بُرد کرنے کے لیے اگلی پالیسی بنائی جائے۔ فیملی پلاننگ کی دوسری سکیمیں جب ناکام ہوئی ہیں تو شاید اس حکمت عملی کو بطور پالیسی اپنایا گیا ہے کہ پہلے متوسط طبقہ کو غربت کی طرف دھکیلو، پھر اِن غریبوں کو زندہ یا مردہ قبروں میں اتار دو۔

1976ء میں ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ایک لیبر پالیسی بنی تھی، پھر ہمیں لیبر پالیسی بنانے کی فرصت نہیں ملی۔ اگرچہ غیر علانیہ طور پر یہ طبقات ہر روز مزدور کُش پالیسی ترتیب دیتے رہتے ہیں، لیکن یہ بالادست طبقات جان لیں کہ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ ظلم ایک حد تک برداشت کیا جا سکتا ہے اور کیا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کے غفور و رحیم ہونے کو غلط معنی مت پہناؤ۔ زمینی حقائق یہ ہیں کہ بلی بھی اگر کارنر کر دی جائے اور اُسے بھاگنے کی راہ نہ ملے تو یہ کمزور جانور بڑی سے بڑی قوت پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ اِس سے پہلے کہ آتش فشاں کا لاوا پھٹ جائے، اس سے پہلے کہ بھوکے اور ننگے انسان پر دیوانگی طاری ہو جائے، اِس سے پہلے کہ تمہارا سرمایہ، تمہارے وسائل تمہاری جان کے دشمن ثابت ہوں اور اس سے پہلے کہ صحیح راہ دکھانے والی قوتیں جواب دے جائیں یا مایوس ہو کر دیوانگی کو اپنا راستہ بنانے والوں کی راہ میں حائل نہ رہیں، مزدور، محنت کش اور کسان کو سہارا دو، زندگی کا سہارا، تاکہ اُن میں مرنے کی بجائے جینے کی اُمنگ پیدا ہو۔ البتہ اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مزدور کو کھلی چھٹی دے دی جائے۔ دونوں کو عدل کا راستہ اختیار کرنا ہو گا لیکن سوال یہ ہے کہ کسی باطل نظام کے زیر سایہ عدل کیسے قائم ہو، کیونکہ نظام عدل اجتماعی کے نفاذ کے بغیر عدل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ صرف خالق کائنات کا دیا ہوا نظام ہی سرمایہ اور محنت کی کشمکش کو ختم کر سکتا اور حقوق و فرائض میں توازن پیدا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نظام کو قائم کرنے کی توفیق دے، تاکہ کوئی ایک طبقہ بھی دوسرے کا استحصال نہ کر سکے۔ آمین یا رب العالمین!

استقامت: حقیقی کامیابی کی علامت

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کے 20 اپریل 2018ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! آج ہم ان شاء اللہ منتخب نصاب کے چوتھے درس کا مطالعہ کریں گے جو سورۃ حٰمٓ السجدہ کی آیات 30 تا 36 پر مشتمل ہے۔ اس میں بھی وہی چار بنیادی لوازمات بیان ہوئے ہیں جن کو مختصر ترین انداز میں سورۃ العصر میں بیان کیا گیا تھا یعنی ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر۔ ان کا مفہوم ذرا تفصیل کے ساتھ آیۃ البر میں سامنے آیا۔ پھر یہی باتیں کسی نہ کسی شکل میں دوسرے عنوانات کے تحت حضرت لقمان کی نصیحتوں میں بھی شامل ہیں۔ چوتھا اور جامع مقام یہ ہے جہاں وہی چار باتیں ذرا highest level پر بیان ہوئی ہیں۔ فرمایا:
﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾﴾ ”بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ آپ لوگ ڈرو نہیں اور غمگین نہ ہو اور خوشیاں مناؤ اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔“

اس میں کوئی شک نہیں یہ ایمان کا سب سے اونچا مقام ہے۔ بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اس کا عنوان حظ عظیم رکھا ہے۔ بہت خاص لوگ ہوتے ہیں جو اس مقام تک پہنچتے ہیں جن پر اللہ کا خاص کرم ہوتا ہے۔ وہی بات جو سورۃ العصر میں بیان ہوئی تھی یہاں ذرا اونچے لیول پر بیان ہو رہی ہے۔ یعنی ان لوگوں کو خسارے کا اندیشہ نہیں جو ایمان لانے کے بعد ایمان کے جو تقاضے ہیں ان کو پورا کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہوں۔ یہ نہیں ہے کہ ایمان کے نتیجے میں اگر جان کو خطرہ ہے تو پھر اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی ہے یا اپنے مال کا اندیشہ ہو رہا ہے کہ یہ سب خرچ کرنا پڑے گا۔ بلکہ جب ایمان لے آئے تو اب ایمان کے جو لازمی منطقی نتائج ہیں ان کو ہر صورت جھیلتا ہے۔ یہ بڑا اونچا مقام ہے۔ حضرت سفیان بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ: میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتا دیں کہ آپؐ کے سوا کسی اور سے کچھ دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔“ جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر جم جاؤ!“ (مسند احمد)

چنانچہ استقامت کا مطلب ہے کہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول ﷺ کے ہر حکم پر لبیک کہنا۔ چاہے آسان ہو یا مشکل، فائدہ نظر آرہا ہو یا نقصان کا اندیشہ ہو، جب اللہ کو

مرتب: ابوابراهیم

رب مانا ہے تو اب اس کا ہر حکم سر آنکھوں ہو۔ استقامت کی مختلف صورتیں ہیں۔

استقامت ظاہری: ہم سب مسلمان ہیں لیکن کتنے معاملات ایسے ہیں جنمیں ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پروا نہیں کر رہے ہوتے الا ماشاء اللہ۔ کچھ میں مصالحت بھی کر لیتے ہیں۔ جبکہ استقامت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کلی طور پر کی جائے یعنی اللہ کے ہر حکم کو پورا کرنا ترجیح اول ہو۔ اس کی وفاداری کے اظہار کے لیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ہر تقاضا پورا کیا جائے اور اس کے دین کے غلبہ کے لیے ہر ممکن جدوجہد کی جائے۔ یہ استقامت کی ظاہری شکل ہے۔

استقامت باطنی: اللہ کے ہر فیصلے پر راضی رہنا۔ یہ یقین رکھنا کہ جو کچھ بھی میرے رب کی طرف سے آرہا ہے اس میں خیر ہی ہوگی۔ کوئی بھی آزمائش ہے، کوئی تکلیف ہے لیکن اس کے پردے میں بھی کوئی خیر ہی ہوگی۔ اس پر دل کا جم جانا استقامت باطنی ہے۔ اسی طرح ہر نعمت کو اللہ ہی کی عطا سمجھنا کہ جو کچھ ملا اللہ کی طرف سے ملا، اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے، میرے اندر کوئی خوبی نہیں ہے بلکہ یہ اس کی عطا ہے اور صرف اللہ ہی سے ڈرنا اور صرف اسی پر توکل کرنا۔ یہ ساری چیزیں استقامت میں آتی ہیں اور اس کے اندر ہی اللہ سے وفاداری کا تقاضا بھی ہے۔ اللہ سے وفاداری کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر جان بھی جاتی ہے تو جائے مگر باطل کے سامنے سر نہ جھکایا جائے۔ وفاداری کا یہی تقاضا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے آگ کے الاؤ میں کود گئے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

چنانچہ استقامت یہ ہے کہ دین کا ہر تقاضا ترجیح اول بن جائے۔ والد محترمؒ فرمایا کرتے تھے کہ لفظ استقامت کے اندر ہی قیامت مضمر ہے۔ یہ ایمان کا بہت اونچا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا فرمائے۔ ایسے لوگ جو اس مقام پر ہوں یعنی اللہ کے ساتھ، اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اور اس کے دین کے ساتھ committed ہوں ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جو ان کو تسلی دیتے ہیں۔ گویا یہ اللہ کی طرف سے ایسے لوگوں کے لیے بشارت ہوتی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کی زندگی میں بھی ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں البتہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیں معلوم ہو کہ

فرشتے نازل ہو رہے ہیں۔ یہ اللہ کا اپنا ایک نظام ہے۔ اللہ اپنے فرشتوں کے ذریعے غیر مرئی طور پر اپنے بندوں کو استقامت بھی عطا کرتا ہے، صبر عطا کرتا ہے، اندر سے تسلی ملتی ہے۔ خاص طور پر وہ فرشتے جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک بات تو یقینی ہے کہ جو بندہ مومن ہو موت کے وقت فرشتے اس کو تسلی دیتے ہیں کہ جو مشکل وقت تھا وہ کٹ گیا اب آگے تمہارے لیے خیر ہی خیر ہے۔ اکثر لوگوں نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ جب کوئی نیک بندہ مرتا ہے تو اس سے پہلے اس پر عجیب فرحت اور خوشی کی کیفیت طاری ہوتی ہے جیسے وہ (مرنے والا) اپنی آنکھوں سے جنت کے مناظر دیکھ رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں بھی فرشتوں کو مدد کے لیے بھیجتا رہا ہے۔ غزوۂ احزاب میں اکثر موقعوں پر فرشتوں کا نزول ہوا ہے۔ لہٰذا نیک بندوں پر فرشتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے تاکہ اللہ کے نیک بندے استقامت پر قائم رہ سکیں۔ اس لیے کہ بہرحال وہ انسان ہیں۔ نفس بھی ساتھ لگا ہوا ہے، شیطان بھی مسلسل ان کے تعاقب میں ہے اور شیطان کے چیلے چانٹے بھی ہیں جو انسانوں کو پٹڑی سے اتارنے کے لیے سرگرم عمل ہوتے ہیں۔ جس شخص نے دین کو اپنی ترجیح بنا لیا ہو کہ میں تو دین پر چلوں گا، اسلامی اصولوں پر چلوں گا۔ اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق زندگی گزاروں گا تو اسے سمجھانے والے کئی پہنچ جاتے ہیں کہ کس چکر میں پڑ گئے ہو، اپنی فکر کرو، اپنی اولاد کے مستقبل کی فکر کرو، معاشرے میں اپنا مقام بنانے کی کوشش کرو وغیرہ۔ اب ایک طرف یہ سب قوتیں ہیں جو اسے پٹڑی سے اُتارنے کے لیے مختلف انداز اختیار کر رہی ہوتی ہیں اور دوسری طرف اس کو استقامت پر قائم رکھنے والی قوتیں وہ فرشتے ہیں جو اس کو غیر مرئی طور پر تسلی دیتے ہیں، اس کا ایمان مضبوط کرتے ہیں اور اس کے لیے دعا بھی کرتے ہیں۔ یہ اللہ کا نظام ہے۔ کچھ لوگ فرشتوں کے وجود کو نہیں مانتے لیکن جب تک فرشتوں پر ایمان نہ ہو ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

شیطان جو کام کر رہا ہے وہ بھی غیر مرئی طور پر کر رہا ہوتا ہے اسی طریقے سے ایک مثبت رول فرشتوں کا ہے اور وہ بھی اپنا کردار غیر مرئی طور پر ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ جو لوگ اللہ و رسول ﷺ کی وفاداری کا عہد کریں اور پھر اس پر استقامت کا مظاہرہ کریں تو فرشتے ان پر نازل ہوتے ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَدَّعُوۡنَ ﴿۳۱﴾﴾ ''ہم ہیں تمہارے رفیق دُنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور تمہارے لیے اس (جنت) میں وہ سب کچھ ہوگا جو تمہارے جی چاہیں گے اور تمہارے لیے اس میں وہ سب کچھ بھی ہوگا جو تم مانگو گے۔''

آج کی دنیا کا تو مقصد حیات ہی یہ رہ گیا ہے کہ دنیا کے لطف اور لذتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔ اس وقت ساری دنیا کے جو امام بنے ہوئے۔ جیسے امریکہ اور یورپ، ان کا فلسفۂ حیات ہی دنیا کا فلسفہ ہے۔ ہم بھی انہی کے آگے سربسجود ہیں، انہی سے رائے لیتے ہیں اور ان کے نزدیک آخرت ہے ہی نہیں۔ بس اسی دنیا میں جو موج اُڑانی ہے اُڑا لو۔ یہی جنت ہے۔ لیکن جو شخص اللہ سے ڈرنے والا ہے اور اللہ کے دین پر استقامت کے ساتھ چلنے والا ہے، اس کی زندگی ایک پابند زندگی ہوگی۔ وہ حدود سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے نفس کو کنٹرول کرتا ہے یعنی اپنے نفس کی خواہشات کو دبا کر رکھتا ہے۔ گناہوں سے اور حرام چیزوں سے اپنا دامن بچاتا ہے۔ چونکہ اس نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور آخرت کی خاطر اپنے آپ کو بچایا تھا تو اس کا انعام اُسے آخرت میں ملے گا۔ یہ منطقی بات ہے اور جب وہ اس دنیا سے جائے گا تو اس وقت فرشتے اس کو تسلی دے رہے ہوں گے کہ اس دنیا میں تم نے اللہ کی خاطر اپنے نفس کی خواہشات کو دبا کر رکھا اور اللہ کے دین پر چلتے ہوئے تمہیں تکالیف بھی پہنچیں لیکن اب تمہارے لیے خیر ہی خیر ہے اور وہ سب کچھ تمہیں جنت میں ملے گا جس کی تمہیں خواہش ہوگی۔ قرآن مجید میں جنت کی نعمتوں کو بھی نزل کہا گیا ہے۔

پریس ریلیز 27 اپریل 2018ء

انسانوں کا بنایا ہوا نظام عادلانہ اور متوازن نہیں ہو سکتا

ایسا عادلانہ نظام جو مزدور اور سرمایہ دار کے درمیان حقوق و فرائض کی منصفانہ تقسیم کرے صرف اللہ کا دیا ہوا نظام ہے

اسلامی نظام کے قیام سے ہی یہ دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے

حافظ عاکف سعید

انسانوں کا بنایا ہوا نظام عادلانہ اور متوازن نہیں ہو سکتا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ یکم مئی 1886ء کو شروع ہونے والی مزدوروں کی تحریک سرمایہ دارانہ نظام کے ظلم اور استحصال کے خلاف تھی لیکن 1917ء کے بالشویک انقلاب نے بدتر نظام کو انسانوں پر مسلط کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسا عادلانہ نظام جو مزدور اور سرمایہ دار، عورت اور مرد کے درمیان حقوق و فرائض کی منصفانہ تقسیم کرے صرف اللہ کا دیا ہوا نظام ہے جو اس نے اپنے آخری رسول ﷺ کے ذریعے انسانوں تک پہنچایا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اس نظام کو نافذ کریں تاکہ دنیا میں ظلم و استبداد اور استحصال ختم ہو اور تمام انسانوں کو مساوی مواقع میسر ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظام ہی وہ واحد نظام ہے جو سب کو عدل فراہم کرتا ہے لہٰذا اسی نظام کے قیام سے دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

﴿نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾﴾ ''یہ ابتدائی مہمان نوازی ہو گی اُس ہستی کی طرف سے جو غفور اور رحیم ہے۔''

انسان اپنے محدود ذہن سے جتنا کچھ سوچ سکتا ہے وہ سب کچھ اسے جنت میں ملے گا۔ انسان تو دنیا کی نعمتوں کو ہی ذہن میں رکھ کر سوچتا ہے لیکن جنت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے کتنی اعلیٰ ہوں گی اس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ سب بھی بندۂ مومن کی ابتدائی ضیافت کا سامان ہو گا۔ جنت کی اصل نعمتیں جن کے بارے میں انسان سوچ بھی نہیں سکتا وہ اس کے علاوہ ہوں گی۔ ایک حدیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (جنت میں) وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کا گمان ہی گزرا......'' پھر آپ ﷺ نے سورۃ السجدۃ کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ﴾ ''تو کوئی انسان نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔'' (صحیح بخاری)

یہ سب انعامات و اکرامات ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو دنیا میں استقامت کا مظاہرہ کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عباد الرحمٰن بھی ہیں اور اللہ کے خاص بندے ہیں۔

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾﴾ ''اور اُس شخص سے بہتر بات اور کس کی ہو گی جو بلائے اللہ کی طرف اور وہ نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔''

یعنی اللہ سے وفاداری کا ایک لازمی تقاضا یہ بھی ہے کہ میں خود بھی اللہ کا بندہ بنوں، اس کے ہر حکم پر عمل کروں اور دوسروں کو بھی اسی بات کی دعوت دوں۔ اللہ کی طرف بلانا، قرآن کی طرف بلانا اور قرآن کے ذریعے قرآن کی طرف بلانا یہ عمل کی سب سے اعلیٰ شکل ہے۔ یعنی داعی بن جانا بڑا اونچا مقام ہے لیکن اس کی کچھ شرائط بھی ہیں اور پہلی شرط یہ ہے کہ خود اپنا عمل پہلے درست کرے۔ ایسا نہ ہو کہ جس کا ذکر سورۃ البقرۃ میں آیا: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾ ''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟'' (البقرۃ:44)

یعنی جو دین کی دعوت دے رہا ہے، اس کی دعوت کا لازمی اور منطقی تقاضا یہ ہے کہ پہلے وہ خود بھی اس دین پر عمل پیرا ہو تب ہی اس کی دعوت میں تاثیر پیدا ہو گی۔ نیکی کے کاموں میں سے ایک خدمت خلق بھی ہے۔ عام معنی میں ہم سمجھتے ہیں کہ غریبوں کی مدد کرنا اور یتیموں کے لیے کوئی ادارہ بنا دینا ہی خدمت خلق ہے۔ لیکن اصل خدمت خلق یہ ہے کہ لوگوں کی آخرت سنواری جائے۔ ہم مسلمان ہیں لیکن آج مسلمانوں کو بھی دعوت دینی پڑتی ہے۔ بتانا پڑتا ہے کہ ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ مسلمان ہونے کا تقاضا کیا ہے؟ حالانکہ مسلمان کا مطلب یہ ہے کہ ہر معاملے میں اللہ کے آگے سر تسلیم خم کرے، ہر معاملے میں اللہ اور رسول ﷺ کا حکم مانے اور پھر اس کے بعد دوسروں کو بھی دعوت دے کہ آؤ، اپنے دینی تقاضوں کی طرف آؤ۔ قرآن کی طرف پلٹو۔ یہ بہت بڑا خیر کا کام ہے اور یہی تواصی بالحق ہے۔ لیکن اس مقام پر پہنچ کر وہ نہ سمجھے کہ میں مقام میں دوسروں سے بلند ہوں۔ بلکہ اس کے اندر عجز، عاجزی انکساری ہونی چاہیے۔ اس پر مزید اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق دی ہے اور زیادہ اللہ کے سامنے جھکنے کی کیفیت پیدا ہو کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان ہونے کا تقاضا اللہ کے سامنے سرخم تسلیم کرنا ہے۔ ورنہ اگر خود کو برتر سمجھنے لگ گیا تو سمجھو کہ شیطان کے فریب میں آ گیا یعنی پٹڑی سے اتر گیا۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی خاص مسلک سے منسوب نہ کرے، دعوت صرف دین کی دے، اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دے، کسی مسلک کی دعوت نہ دے۔

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ﴾ ''اور (دیکھو!) اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوتے۔''

یعنی ایک عام اصول تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کے ساتھ زیادتی کرے، ظلم کرے تو آپ اس کا بدلہ لے سکتے ہیں۔ اسی طرح اسلام میں قصاص کا قانون بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم نے لکھ دیا تھا ان پر اس (تورات) میں کہ جان کے بدلے جان' اور آنکھ کے بدلے آنکھ' اور ناک کے بدلے ناک' اور کان کے بدلے کان' اور دانت کے بدلے دانت' اور اسی طرح زخموں کا بدلہ بھی ہو گا برابر کا۔'' (المائدۃ:45)

ایک شخص نے کسی کے دانت توڑ دیے تو اب اس شخص کو حق ہے کہ وہ بدلے میں اس کے دانت توڑے۔ یہ حق حکومت اس کو دلائے گی۔ اصول تو یہ ہے۔ لیکن جو لوگ دعوت الی اللہ کا کام کر رہے ہوں، دین کی طرف لوگوں کو راغب کر رہے ہوں، قرآن کے ذریعے انہیں دین کا پیغام پہنچا رہے ہوں تو ان کا معاملہ خصوصی ہے۔ وہ عام لوگ نہیں ہیں۔ لہٰذا انہیں کیا کرنا ہو گا:

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ ''تم مدافعت کرو بہترین طریقے سے''

کوئی شخص برا بھلا کہے آپ جواباً اس کو اتنا برا بھلا کہہ سکتے ہیں۔ لیکن داعی کا یہ مقام نہیں ہے۔ داعی کو چاہیے کہ وہ اچھے انداز سے جواب دے۔ کوئی تمہیں نقصان پہنچا رہا ہے تو آپ اس کی خیر خواہی کا سامان کرو۔ کوئی تمہیں گالی دے تو بدلے میں تم دعا دے دو۔ داعی کا یہ انداز ہونا چاہیے اور اسی سے اس کی دعوت میں اثر بھی پیدا ہو گا۔ اسی لیے آگے فرمایا:

﴿فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾﴾ ''تو (تم دیکھو گے کہ) وہی شخص جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے وہ گویا گرم جوش دوست بن جائے گا۔''

اگر تم یہ طرز عمل اختیار کرو گے تو پھر وہی شخص جو پہلے تمہارا دشمن تھا اب وہ جگری دوست بن جائے گا۔ مکہ میں حضور ﷺ پر اور صحابہ کرامؓ پر کون سا ظلم تھا جو نہیں ڈھایا گیا مگر دعوت کا تقاضا تھا کہ ہاتھ باندھے رکھو۔ لہٰذا انہی لوگوں میں سے جو پہلے مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے اب ایک ایک کر کے مسلمان ہو کر مدینہ آتے چلے گئے۔ اگر داعی یہ انداز اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف پھیر دے گا۔ دل موم ہو جائیں گے۔ البتہ بعض بد بخت ہوتے ہیں جن پر کوئی شے اثر نہیں کرتی لیکن بالعموم اس کا نتیجہ مثبت نکلتا ہے۔

آیت کا یہ حصہ بھی تواصی بالحق کی تشریح کر رہا ہے۔

﴿وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ﴾ ''اور یہ مقام نہیں حاصل ہو سکتا مگر ان ہی لوگوں کو جو بہت صبر کرتے ہوں۔''

یعنی یہ آسان نہیں ہے کہ کوئی شخص آپ کو گالی دے رہا ہو اور آپ نہ صرف یہ کہ برداشت کریں بلکہ اس کے لیے جواباً دعا دیں۔ اس میں بہت صبر و ضبط کی ضرورت ہے۔

﴿وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾﴾ ''اور یہ نہیں دیا جاتا مگر ان ہی کو جو بڑے نصیب والے ہوں۔''

(باقی صفحہ 12 پر)

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

حرفے چند با اُمّتِ عربیہ

8 عالمِ عرب سے چند گزارشات

29 عصر خود را بنگر اے صاحب نظر | در بدن باز آفریں رُوحِ عمرؓ

اے صاحب نظر! اپنے زمانے پر غور کر — اپنے بدن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روح پھر سے پیدا کر

30 قوت از جمعیتِ دینِ مبیں | دیں ہمہ عزم است و اخلاص و یقیں

قوت دین مبین کی جمعیت سے حاصل ہوتی ہے — دین سراسر عزم، اخلاص اور یقین پر مبنی ہے

31 تا ضمیرش رازدانِ فطرت است | مردِ صحرا پاسبانِ فطرت است

اے عالم عرب! جب تک تیرا ضمیر (تیری سوچ اور فیصلے) فطرت (اللہ تعالیٰ کے احکام) کا رازدان ہے تو وہ مردِ صحرا فطرت (اللہ کے احکام) کا پاسبان رہے گا

32 سادہ و طبعش عیارِ زشت و خوب | از طلوعش صد ہزار انجم غروب

(آج بھی) عرب کا مردِ صحراء سادہ ہے اور اس کی فطرت نیک و بد کی کسوٹی ہے — اور یقیناً عرب کی بیداری سے صد ہزار انجم (مغربی استعمار کی چالیں اور آلہ کار لوگ) غائب ہوجائیں گے

29۔ اے صاحب نظر عرب! جاگو اپنے ماضی پر نظر ڈالو قرآن پر نظر ڈالو زمانے کے حالات اور تیور دیکھو اور ماضی کی طرف یعنی اسلام کی طرف پلٹو۔ قرآن مجید کے مقدس الفاظ میں فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہ (اللہ کے دامن رحمت کی طرف دوڑو) شاید ابھی بھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا اور دیر سے آنا بھی کبھی نہ آنے سے بہرحال بہتر ہوتا ہے (BETTER LATE THEN NEVER) کا محاورہ تجربات اور انسانی رویوں کا نچوڑ ہے۔ اپنے ماضی کے دریچوں میں جھانکو، واپس آؤ اور اپنے اندر اسلامی شناخت پیدا کرو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد جیسا کردار پیدا کرو۔ جہاں عیاشی نہ ہو، بدمعاشی نہ ہو، لوٹ کھسوٹ نہ ہو، خدمت عوام ہو اور سادہ طرزِ زندگی ــــ ایمانی کیفیات بلند ترین ہوں اور درویشی کا معیار زندگی ہو، کوئی وجہ نہیں کہ اے عالم عرب اسلام کے شاندار مستقبل کی بدولت تمہیں بھی اللہ تعالیٰ دوبارہ عزت بخش دے۔ آمین۔

30۔ اے عالم عرب! مغرب تمہیں تقسیم کر کے لڑانا چاہتا ہے اور تمہیں کمزور کرنا چاہتا ہے جبکہ طاقت درحقیقت دین اسلام کے ساتھ وفاداری میں مضمر ہے اور اسلام کے جھنڈے تلے اکٹھے ہوکر مشترکہ اور اجتماعی جدوجہد کرنے میں ہے۔ دین کے تقاضے بڑے سادہ اور دل رُبا ہیں۔ دین نام ہے ایک مصمّم ارادے اور پختہ عزم کا جس کے ساتھ خلوص نیت اور یقین و ایمان کی دولت ہو۔ آج بھی اس زادِ راہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے بڑے بڑے مقتدر و قاہر دشمن سے جنگ لڑ کر جیتی جاسکتی ہے آزمائش شرط ہے۔ علامہ اقبال نے دوسری جگہ اس مفہوم کو یوں ادا فرمایا ہے:

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم ﷺ
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

چہ باید مرد را طبع بلندے، مشربِ نابے
دل گرمے، نگاہِ پاک بینے، جانِ بے تابے

(آزادی کے لیے لڑنے والوں کے لیے کیا چاہیے؟ صرف اور صرف حوصلہ مند طبع، پاکیزہ طرزِ معاشرت، دل گرم کار، پاکیزہ (گناہ اور حرام سے پاک) نگاہ اور مضطرب جان)

31۔ اے عالم عرب! اٹھو اور بے سروسامانی اور صحرائی زندگی کی سادگی کے پیش نظر دشمنوں کے کرّ و فر اور جنگی سازوں سامان کی کثرت سے مرعوب مت ہو۔ جب تک تیری سوچ اور فیصلے یعنی تیرا ضمیر فطرت یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کا رازدان رہے گا تو اللہ تعالیٰ خود تیری حفاظت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ عالم اسباب میں تجھے اپنے احکام کا پاسبان سمجھے گا اور تجھے کامیاب کرے گا۔ عملی زندگی میں جہاد ایک سادہ طبیعت انسان اور سہولیات سے کنارہ کش مرد صحرائی ہی کرسکتا ہے بقول اقبال

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی!

32۔ آج بھی عرب کا مرد صحرائی طرز بود و باش میں سادہ ہے (یہ ایک صدی قبل کا مشاہدہ ہے جو عوامی سطح پر عالم عرب میں آج بھی صد فیصد درست ہے) اس کا ضمیر صاف ہے اور پاک ہے یہی روشن ضمیری نیک و بد میں اس کے لیے ایک کسوٹی کا کام دیتی ہے قرآن مجید میں اس ضمیر انسانی کی کسوٹی کو ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَاO فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَاO﴾ (الشمس: 8،7) ترجمہ: ”اور قسم ہے انسان کی اور اس کی جس نے اس کے اعضاء کو برابر کیا۔ پھر سمجھ دی اس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری کرنے کی“ حقیقی انسان کی پہچان بتایا گیا ہے اور ساتھ یہ بھی ذکر ہے کہ جو اس ضمیر کی حفاظت کرتا ہے وہ کامیاب ہے اور جو اس ضمیر کے خلاف کرتا ہے وہ ناکام ہے۔ پس اسلام کے دیس کے صحراء نشینو! اٹھو اور پاک ضمیر کی آواز پر لبیک کہو اور اسلام کی شاندار مستقبل کے لیے جان و مال لگادو۔ اللہ اسلام کے ساتھ تمہیں بھی عروج بخش دے گا۔ مغرب کی غلامی سے اپنے آپ کو آزاد کراؤ۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

جب ہم نظریۂ پاکستان سے عملی طور پر دستبردار ہو گئے تو اس خلاء کو نسلی، لسانی، مسلکی اور علاقائی تعصبات سے پُر ہونا ہی تھا: ایوب بیگ مرزا

پختون علاقے میں فوج کو ملوث کرنے سے جو ردعمل آنا تھا اس کو مدنظر رکھ کر ہی دشمن نے مشرف کو اس جنگ میں دھکیلا تھا: خالد محمود عباسی

پشتون تحفظ تحریک کے بنیادی مقاصد یہی ہیں کہ ریاست ہمارے لوگوں کو نہ اٹھائے، فوجی چوکیوں پر ہماری بے عزتی نہ کرے: ڈاکٹر سید عالم محسود

پختون علاقے سے تعلق رکھنے والے لاپتہ افراد کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جانا چاہیے: ڈاکٹر بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ

پاکستان کے دگرگوں حالات کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ کے احکامات سے بغاوت کی ہوئی ہے: آصف حمید

میزبان: وسیم احمد

پشتون تحفظ تحریک: پس پردہ محرکات کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: پاکستان اس وقت سیاسی، مذہبی اور لسانی بنیادوں پر تقسیم ہو چکا ہے۔ آپ کے خیال میں اس کی کیا وجہ ہے؟

آصف حمید: قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"بحر و بر میں فساد رونما ہو چکا ہے لوگوں کے اعمال کے سبب تا کہ وہ انہیں مزہ چکھائے ان کے بعض اعمال کا تا کہ وہ لوٹ آئیں۔" (الروم:41)

پاکستان کے دگرگوں حالات کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ کے احکامات سے بغاوت کی ہوئی ہے۔ ہم قرآن وحدیث کی راہنمائی کے بالکل برعکس چل رہے ہیں۔ لہٰذا یہ تمام حالات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہیں اور ایک عذاب ہے جو ہم پر مسلط ہو چکا ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"کہہ دیجیے کہ وہ قادر ہے اس پر کہ تم پر بھیج دے کوئی عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے اور ایک کی طاقت کا مزا دوسرے کو چکھائے۔"

(الانعام:65)

اس آیت کی روشنی میں پاکستان ان تینوں عذابوں کی زد میں ہے جو اللہ نے بیان کیے ہیں۔ ہمارے ہاں بارش برستی ہے تو سیلاب آجاتے ہیں۔ ہم اس پانی کو سنبھال نہیں پاتے کیونکہ ہم علاقائی تفرقوں کا شکار ہیں کہ فلاں جگہ ڈیم نہ بنے، فلاں جگہ بھی نہ بنے۔ مختلف اوقات میں زلزلے جان و مال کے نقصان کا باعث بنے۔ ہمارے پاس ایسا انفراسٹرکچر نہیں ہے کہ ہم کوئی حفاظتی اقدامات کر سکیں۔ اسی طرح ہمارے اندر ہر طرح کی گروہ بندی موجود ہے۔ تو یہ سب ہمارے ہی اعمال اور نالائقیاں ہیں جن کی وجہ سے ہم پر یہ عذاب مسلط ہے۔

سوال: کیا آپ آصف حمید صاحب کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: میں آصف صاحب کی بات ہی کو آگے بڑھاؤں گا۔ سوال یہ ہے پاکستان سیاسی، مذہبی اور لسانی بنیادوں پر تقسیم کیوں نہ ہو جب وہ نظریہ ہی ہمارا نظریہ نہ رہا۔ جس نظریہ کی بنیاد پر ہم نے یہ ملک حاصل کیا تھا۔ پاکستان کا مطلب ہمیں لا الٰہ الا اللہ بتایا گیا تھا۔ قائداعظم نے یہ بات واضح کی تھی کہ ہم ایک ایسی اسلامی ریاست چاہتے ہیں جس سے اسلام کا حقیقی اور صحیح چہرہ دنیا کے سامنے آئے۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہمارا آئین قرآن ہوگا لیکن عملاً ہم اسلام کے قریب بھی نہ پھٹکے تو ظاہر ہے یہ خلاء پُر تو ہونا ہی تھا۔ لہٰذا نظریۂ پاکستان کی جگہ نسلی، لسانی، مسلکی اور علاقائی تعصبات نے لے لی۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ سندھی بالکل صحیح سمجھتا ہے کہ سندھی زبان اور رسم و رواج باقی صوبوں کی نسبت زیادہ پرانے ہیں۔ اسی طرح دوسرے صوبوں میں بھی کوئی نہ کوئی ایسی چیز ہے جو مختلف ہے۔ تو کس بنیاد پر ہم ایک رہتے جب ہم نے اصل بنیاد ہی ختم کر دی تو ظاہر ہے اس کی جگہ دوسری چیزوں کا آ جانا بڑی فطری اور منطقی سی بات ہے۔ اگر ہم نے عربی کو قومی زبان بنایا ہوتا تو لسانی مسئلہ کبھی پیدا نہ ہوتا کیونکہ عربی اللہ کی زبان ہے۔ اسی طرح اگر ہم اسلام کو اپنی بنیاد بناتے تو اسلام ایک قوم سے بڑھ کر پوری اُمت کو متحد کر سکتا تھا۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ نائن الیون کے بعد دنیا وہ نہیں رہی جو پہلے تھی۔ آپ کے خیال میں نائن الیون کے پاکستان پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: نائن الیون کا واقعہ امریکہ میں ہوا اور اس کے بعد امریکہ نے اسامہ بن لادن پر الزام لگا دیا پھر اسی بنیاد پر امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔ اس موقع پر جنرل حمید گل نے بڑی تاریخی بات کہی تھی کہ نائن الیون بہانہ، افغانستان ٹھکانہ اور پاکستان نشانہ۔ آج یہ بات بالکل درست ثابت ہو رہی ہے کہ امریکہ افغانستان میں موجود ہے لیکن اس کی توپوں کا رخ پاکستان کی طرف ہے۔ تاہم نائن الیون کے بعد دنیا میں نئی صف بندی شروع ہوگئی۔ سپریم پاور امریکہ کی بالادستی کو چائنہ نے چیلنج کر دیا اور روس دوبارہ مستحکم اور مضبوط ہو رہا ہے۔ لہٰذا مڈل ایسٹ اور جنوبی ایشیا کا خطہ تمام سپر پاورز کا مرکز جنگ بننے جا رہا ہے۔ اس میں پاکستان کا کردار بڑا اہم ہے۔ کیونکہ چائنہ بھی سی پیک منصوبہ کی وجہ سے یہاں موجود ہے، روس اور امریکہ بھی اپنے مفادات کی خاطر یہاں سرگرم ہیں۔

سوال: نائن الیون کے بعد پاکستان میں جنرل پرویز مشرف نے امریکہ کے سامنے جو گھٹنے ٹیک دیے تھے کیا وہ درست عمل تھا؟

خالد محمود عباسی: شروع میں تو اس حوالے سے اختلاف تھا۔ زمینی حقائق کے جادوگر جمع تفریق کر کے بتاتے تھے کہ اس کے سوا ہمارے پاس دوسرا کوئی آپشن نہیں تھا۔ لیکن اب تقریباً سارے اس پر متفق ہو گئے ہیں کہ وہ بہت بڑا بلنڈر تھا۔ درحقیقت ایک ہی وقت میں

امریکہ پورے عالم اسلام پر حملہ آور ہوا۔افغانستان اور عراق وغیرہ کے لیے اس کی پالیسی وہ تھی جو ہمیں نظر آ رہی ہے لیکن سعودی عرب اور پاکستان جیسے ممالک چونکہ ایک طاقت بھی رکھتے ہیں اور ان کا ایک اثر و رسوخ بھی تھا۔ان کے لیے اس کی پالیسی مختلف تھی۔دیکھنے والوں کو نظر آ رہا تھا کہ جس طرح امریکہ پاکستان کی فوج کو ملوث کر رہا ہے اور جس طرح پرویز مشرف سے غلط فیصلے کروائے ہیں، ویسے ہی اب محمد بن سلمان کے ذریعے غلط فیصلے کروا رہا ہے تو ان کا ردعمل بہرحال آنا ہی ہے۔پرویز مشرف جو کچھ کر رہا تھا اس سے قوم میں ایک ہیجان اور ایک بے چینی پیدا ہوئی تھی۔یہ تو فطری ہے۔دوسرا یہ کہ آپ کے پختون علاقے میں فوج کو براہ راست آپریشن میں ملوث کیا گیا۔ذرا سوچیے!ایک علاقہ سولہ سال فوج کے زیر کنٹرول رہے اور فوج بہرحال فوج ہے۔اس کی ٹریننگ یہ ہوتی ہے کہ آپ کے سامنے دشمن کھڑا ہے۔ کیونکہ اگر آپ اس کو یہ ٹریننگ نہ دیں تو وہ کل حقیقی دشمن کے سامنے کیسے کھڑی ہوگی؟ یعنی اس کا ردعمل ہونا تھا اور اس ردعمل کو سامنے رکھ کر دشمنوں نے مشرف کو اس جنگ میں دھکیلا تھا۔مشرف کو یہ نظر آ رہا تھا کہ میری حکومت دنیا میں ایک غیر قانونی حکومت ہے لہٰذا اگر مجھے اس وقت امریکہ کا سہارا مل رہا ہے تو اس نے یہ سوچا ہی نہیں کہ اس کے بدلے میں ملک کا بیڑا غرق ہوگا۔لہٰذا اس نے اپنی حکومت بچانے کے لیے پورا ملک داؤ پر لگا دیا۔

سوال: حال ہی میں پختون تحفظ موومنٹ شروع ہوئی ہے۔ان کے مطالبات کس حد تک درست ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: انہوں نے جو مطالبات سامنے رکھے ہیں ان میں واقعتاً کوئی حرج نہیں ہے لیکن پیچھے سے جو آوازیں اٹھ رہی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ آوازیں پختونوں کی نہیں ہیں بلکہ اینٹی پاکستان لوگوں کی آوازیں ہیں۔اس کے علاوہ ان کے ساتھ جو لوگ شامل ہیں ان میں 25،30 فیصد وہ لوگ ہیں جن کے عزیز لاپتہ ہیں یا جن کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔لیکن ستر فیصد ان میں افغان مہاجرین ہیں جن کو بارڈر پار سے سپورٹ مل رہی ہے۔یعنی را اور سی آئی اے سپورٹ کر رہی ہے۔لیکن اس کے باوجود میں کہوں گا کہ اس تحریک کو تشدد سے دبانے کی کوشش نہ کی جائے۔کیونکہ ایسا کرنا بہت بڑی حماقت ہو گی۔اس کو بڑے طریقے سے manage کرنا چاہیے۔ان میں سے ان لوگوں کے ساتھ مذاکرات کرنے چاہییں جو پرو پاکستانی ہیں اور پرو پاکستانی اور اینٹی پاکستانی لوگوں کی چھانٹی کی جانی چاہیے۔نیز ان کے جائز مطالبات کو ایڈریس کرنے کی ضرورت ہے۔

> جن خاندانوں کے لوگ اٹھائے گئے ہیں ان کے اوپر روزانہ کیا قیامت بیت رہی ہے اس کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے اور وہ کوئی کم تعداد نہیں ہے بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں جو اس اذیت سے گزر رہے ہیں۔

آصف حمید: اس میں ہم پوری فوج کو الزام نہیں دیتے بلکہ کچھ لوگوں کو برا کہیں گے جن میں سرفہرست مشرف ہے، جو پہلے فوج میں تھے اور ان کے غلط فیصلوں کی وجہ سے آج ملک اس نہج پر پہنچا ہے۔خاص طور پر لاپتہ افراد کا معاملہ انتہائی سنگین ہے۔جن خاندانوں کے لوگ اٹھائے گئے ہیں ان کے اوپر روزانہ کیا قیامت بیت رہی ہے اس کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے اور وہ کوئی چھوٹی تعداد نہیں ہے بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں جو اس تکلیف سے گزر رہے ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ننانوے مجرم چھوٹ جائیں تو کوئی بات نہیں لیکن کسی ایک بے گناہ کو سزا نہ ملے۔جو لوگ اُٹھائے گئے ہیں ان میں اگر کوئی مجرم ہے تو اسے سرعام سزا دی جائے لیکن جو مجرم نہیں ہیں انہیں فوراً رہا کیا جانا چاہیے۔منظور پشتین کی یہ بات بالکل غلط ہے کہ ہر ناکے پر ہمارے ساتھ بدتمیزی ہوتی ہے۔حالانکہ فوج بدتمیزی نہیں کرتی بشرطیکہ آپ کوئی مزاحمت یا بدتمیزی نہ کریں۔وہاں فوجی اپنی ڈیوٹی دے رہے ہیں اور اسی وجہ سے آج ان علاقوں میں امن و امان نظر آ رہا ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اگر کچھ خاندانوں کے لوگ اٹھائے گئے تو ان کو انصاف کے کٹہرے میں لانا چاہیے۔منظور پشتین ایک نوجوان ہے اور اس نے پہلے پشاور میں تیس ہزار لوگوں کو اکٹھا کیا۔پھر اسلام آباد میں ساٹھ ہزار لوگوں کو اکٹھا کیا۔پریشان کن بات یہ ہے کہ اس کے پاس اتنے لوگ کہاں سے آ گئے جو اس کو سپورٹ کر رہے ہیں۔کیا اسے اس ملک اور فوج کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے؟ جس طرح الطاف حسین نے کیا تھا لیکن انہیں یہاں تک پہنچنے کے لیے بیس سال لگے تھے لیکن یہ تو بیس دنوں میں پہنچ گیا۔

خالد محمود عباسی: اصل میں جو جنگ ہمارے خلاف مسلط کی گئی ہے اس کا یہ حصہ ہے کہ ہماری عوام فوج سے متنفر ہو جائے۔یہاں پر کوئی ایسی آئیڈیالوجی تو ہے نہیں جس نے پاکستان کو جوڑ کر رکھا ہوا ہے بلکہ یہ فوج ہی ہے جس نے جوڑ کر رکھا ہوا ہے۔آپ فوج سے قوم کو متنفر کر دو ملک ٹوٹ جائے گا۔لیکن خود فوج کو بھی یہ سمجھ ہونی چاہیے کہ وہ اپنے خلاف نفرت نہ پیدا کرے۔یعنی اس کو بھی کوئی ایسا ایکشن نہیں کرنا چاہیے جس کا ردعمل بہت شدید آئے۔

آصف حمید: امریکہ کی پالیسی لیبیا، عراق وغیرہ کے لیے الگ تھی لیکن پاکستان اور سعودی عرب وغیرہ کے لیے اس کی پالیسی الگ ہے کہ ان کو ملٹی پل لیول پر اس نے خراب کیا۔مثال کے طور پر دہشت گرد کا نام آتے ہی ہمارے ذہن میں داڑھی والا کیوں آتا ہے؟ ہٹلر کیوں نہیں آتا۔بش، مسولینی وغیرہ کیوں نہیں آتے جنہوں نے پوری دنیا میں دہشت گردی پھیلائی۔لہٰذا انہوں نے پاکستان میں یہ کوشش کی کہ پاکستانی فوج کو گندہ کرو۔ان کی گندگی عوام کے سامنے لاؤ۔اسی طرح عدلیہ کو گندا کرو تا کہ عوام کا اعتماد عدلیہ پر سے اٹھ جائے۔اسی طرح سیاستدانوں کو بہت زیادہ کرپٹ کر دو تا کہ کوئی مثال دے کہ اگر زرداری اور نواز شریف کرپشن کر سکتے ہیں تو میں دودھ میں پانی کیوں نہیں ملا سکتا۔یعنی ان کا پروگرام تھا کہ اس معاشرے سے اخلاقیات کو نکال کر اس کو کھوکھلا کر دو۔ہم امریکہ کی اس جنگ میں اتحادی بن کر اس جنگ کو اپنے اندر لے آئے اور امریکہ نے ہمیں یہ باور کرا دیا کہ یہ ہماری جنگ ہے۔یعنی امریکہ پہلے سے ہی یہ چاہتا تھا کہ مشرف جو اقدام اُٹھائے اس کا ردعمل یہ ہو۔مشرف نے چار ہزار لوگوں کو امریکہ کے حوالے کیا۔اس کے دور میں فوجیوں کو کہا جا رہا تھا کہ فوجی وردیوں میں سول علاقوں میں نہ جائیں۔اسی طرح الطاف حسین اور ملا فضل اللہ کو کون پال رہا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اصحاب حل وعقد کو مل بیٹھ کر دشمن کی سازشوں کو سمجھنا چاہیے اور ان کو حل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: جب 71ء میں یہ ملک ٹوٹا تھا تو اس وقت یہ تاثر دیا گیا کہ فوج پنجاب کی ہے اور باقی صوبوں میں نوآبادیاتی نظام ہے۔حالانکہ فوج میں تمام خطوں کی موجودگی تھی۔ابھی حال ہی میں پی ایم اے اکیڈمی میں پاسنگ آؤٹ ہوئی جس میں جنرل باجوہ نے یہی کہا کہ پاکستان کو ایک نئی قسم کی جنگ کا سامنا ہے اور فوج کو کمزور کیا جا رہا ہے۔اس بیچ میں جو کمیشن آفیسرز نکلے ہیں ان میں سے 67 بلوچستان سے ہیں اور 31 فاٹا سے

ہیں۔اس کے علاوہ فاٹا میں فرنٹیئر کور ہے جو ساری کی ساری پشتونوں پر مشتمل ہے۔اصل میں امن وامان قائم کرنا فوج کی ذمہ داری ہے۔اس ملک میں دہشت گردی کے واقعات ہو رہے تھے۔فوج نے کامیابی سے اس دہشت گردی کو ختم کیا جس کے معترف غیر ممالک بھی ہیں۔اسی لیے تو امریکہ چاہتا ہے کہ جس طرح آپ نے اپنے ملک میں دہشت گردی کو ختم کیا اسی طرح افغانستان میں طالبان سے فتح حاصل کر کے ہمیں طشتری میں رکھ کر پیش کردیں۔لیکن چونکہ فوج اس طرف نہیں آ رہی لہٰذا فوج پر پریشر بڑھانے کے لیے اس ملک میں فوج کو بدنام کرنے کے لیے کام کیا جارہا ہے۔لیکن فوج تو سویلین اداروں کے کام بھی کر رہی ہے۔فاٹا، گوادر، سندھ وغیرہ میں فوج نے لوگوں کے لیے ہسپتال کھولے ہوئے تاکہ فوج کے حوالے سے لوگوں میں کوئی غلط تاثر نہ پھیلے۔

حالانکہ یہ کام فوج کے نہیں تھے۔لہٰذا فوج اور عوام میں جو خلیج بڑھ رہی ہے اس کو کم کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس سے دشمن فائدہ اٹھاتا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری فوج بالخصوص جنرلوں سے بہت بڑی ہمالائی غلطیاں سرزد ہوئیں لیکن اس چیز کو ایک بیلنس کے ساتھ دیکھنا ہوگا۔مثال کے طور پر اگر ایک آدمی میں اچھائیاں زیادہ ہوں اور برائیاں کم ہوں تو وہ ایک اچھا آدمی ہے۔لیکن ایک آدمی میں اچھائیاں کم اور برائیاں زیادہ ہوں تو وہ برا شخص متصور ہوگا۔اسی طرح فوج میں بہت سے لوگوں نے بہت غلط کام کیے ہیں جو واقعتاً ملکی مفاد کے حوالے سے درست نہیں تھے لیکن بحیثیت مجموعی فوج کی کارکردگی اچھی ہے۔ملک میں کوئی واقعہ، کوئی واردات ہو جائے تو سائل کہتا ہے کہ میں آرمی چیف سے اپیل کرتا ہوں۔کیونکہ آج بھی لوگوں کو دوسرے اداروں سے وہ توقعات نہیں ہیں جو فوج سے ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ فوج بھی سوچے کہ ان کے بڑوں نے جو غلطیاں کی ہیں ان کو دہرایا نہ جائے اور عوام بھی یہ سوچے کہ بالآخر اس ملک کی حفاظت فوج نے ہی کرنی ہے۔جب تک دونوں طرف سے یہ بات نہیں ہوگی معاملہ آگے نہیں بڑھے گا۔ہم بہت زیادہ جذباتی انداز میں معاملات کو آگے لے کر چلتے ہیں حالانکہ اس معاملے کو ہمیں بالکل غیر جذباتی اور غیر جانبدارانہ انداز میں آگے بڑھانا چاہیے۔

سوال: پختون تحفظ موومنٹ کے اغراض ومقاصد کیا ہیں؟

ڈاکٹر صید عالم محسود: اس تحریک کے بنیادی مقاصد یہی ہیں کہ ریاست ہمارے لوگوں کو نہ اٹھائے، فوجی چوکیوں پر ہماری بے عزتی نہ کرے۔جو لینڈ مائنز ہیں اس کو صاف کرے۔پولیس مقابلوں میں لوگوں کو نہ مارا جائے۔خاص طور نقیب اللہ محسود کے قاتل راؤ انوار کو گرفتار کر کے اس جرم کی سزا دی جائے۔اس کو پروٹوکول دیا جارہا ہے جبکہ سلیم جعفر نے اس کو قتل کی دھمکی دی تھی وہ جیل میں ہے۔

سوال: ہمارا مشاہدہ ہے کہ جب عمران خان نے کہا تھا کہ فوجی چوکیوں کو کم کرنے کے لیے میں آرمی چیف سے بات کروں گا۔تو اس کے بعد فوجی چوکیاں کم ہوگئی ہیں؟ کیا یہ بات درست ہے؟

فوج کا کام ناکو پر ڈیوٹی دینا نہیں یہ کام پولیس اور رینجرز کا ہوتا ہے۔فوج کا مزاج ہی لڑنے والا ہوتا ہے لہٰذا جب اس کو آپ چوکیوں پر رکھیں گے تو پھر مسائل پیدا ہوں گے۔

ڈاکٹر صید عالم محسود: ہم سمجھتے ہیں کہ فوج ناکوں کے لیے نہیں بنی بلکہ ناکوں کا کام پولیس اور رینجرز کا ہوتا ہے۔فوج لڑنے کے لیے ہوتی ہے۔فوج کا مزاج ہی لڑنے والا ہوتا ہے لہٰذا جب اس کو آپ چوکی پر رکھیں گے تو پھر مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ان ناکوں پر آج تک ایک دہشت گرد بھی گرفتار نہیں ہوا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ناکے کم ہوئے ہیں اور رویہ بھی تبدیل ہوا ہے لیکن یہ تب تک ہے جب تک تحریک رہے گی۔جب تحریک ختم ہو جائے گی تو پھر پہلے والے حالات بن جائیں گے۔

سوال: ان علاقوں میں پہلے شورش تھی اور پورے پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات ہو رہے تھے لیکن آرمی نے وہاں کنٹرول کیا ہے اور بہت زیادہ قربانیاں دی ہیں۔اگر وہاں لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال نارمل نہیں ہے تو آرمی ہی وہاں پر کنٹرول کرے گی نا؟

ڈاکٹر صید عالم محسود: آپ کے سوال کے پیچھے جو روح ہے وہ غلط نہیں ہے۔ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ یہ علاقہ کھلا چھوڑ دیا جائے اور دہشت گردوں کو موقع دیا جائے۔بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ یہ ناکے کبھی بھی دہشت گردوں کی راہ میں رکاوٹ نہیں رہے ان ناکوں کے باوجود بھی پورے ملک میں دہشت گردی کے واقعات ہوتے رہے ہیں، ان کی وجہ سے دہشت گردی کا ایک حملہ بھی نہیں رکا۔البتہ پولیس کے ناکوں کی وجہ سے رکے ہیں۔تو ناکوں کے ذریعے فوج نے کوئی کارنامہ نہیں کیا۔فوج نے سوات کا آپریشن کیا جس کی وجہ سے دہشت گرد ادھر ادھر چلے گئے۔لیکن آپریشن ضرب عضب کی وجہ سے سویلین لوگ زیادہ متاثر ہوئے اور دہشت گرد بہت کم ہلاک ہوئے۔

سوال: کہا یہ جارہا ہے کہ ٹی ٹی پی کی ناکامی کے بعد پختون تحفظ موومنٹ پاکستان میں لانچ کی گئی ہے اور یہ امریکہ کی نئی سازش ہے؟

ڈاکٹر صید عالم محسود: امریکہ کا نام تو پہلی دفعہ ہم نے سنا۔ٹی ٹی پی لوگوں کو مار رہی تھی، ڈرا رہی تھی، تعلیمی ادارے تباہ کر رہی تھی لیکن یہی کام فوجی آپریشن میں بھی ہوا۔بلکہ فوجی آپریشن میں ہمارے گھر اور بازار بھی تباہ ہوئے۔اب بھی اسلام آباد میں دھرنا انہی دکانداروں کا چل رہا ہے۔ہم یہ چاہ رہے ہیں کہ جو دہشت گرد ہیں ان کو مارو لیکن جو بے گناہ ہیں ان کو ذلیل مت کروان کو اجتماعی سزا مت دو۔یہ اجتماعی سزا تین جگہوں پر ہوئی جس میں عام لوگوں کو رسوا کیا گیا۔

سوال: جب پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات ہو رہے تھے اور پورے ملک میں آئے روز کوئی نہ کوئی دھماکہ ہوتا تھا اس وقت آپ کی یہ پختون موومنٹ کہاں تھی۔اب جبکہ دہشت گردی یہاں پر کافی حد تک ختم ہو چکی ہے اور حالات نارمل ہو چکے ہیں تو اب آپ ایک نئے ایکشن پلان کے ساتھ منظر عام پر آئے ہیں۔پہلے آپ لوگ کہاں تھے؟

ڈاکٹر صید عالم محسود: اس وقت منظور پشتین سولہ سال کا بچہ تھا۔اس وقت ہم یہاں امن تحریک چلا رہے تھے اور طالبان اور دہشت گردوں کے خلاف جلسے کر رہے تھے۔ہمیں موم بتی گروپ بھی کہا گیا۔ہر دھماکے کے بعد ہم مظاہرہ کرتے تھے۔منظور پشتین جب جوان ہوا۔آپ نے کہا کہ دہشت گردی ختم ہوگئی آپ لاہور اور کراچی میں بیٹھ کر یہ سوال کریں گے تو آپ کو ایسا لگے گا لیکن جب آپ فاٹا اور سوات میں ہوں گے تو آپ کو پتا چلے گا کہ دہشت گردی ابھی تک ختم نہیں ہوئی بلکہ وہاں ایک سناٹا چھایا ہوا ہے۔کیونکہ انہی طالبان کو امن جرگہ میں شامل کیا گیا اور پھر ان کے ذریعے مقامی لوگوں سے باقاعدہ بھتہ لیا گیا۔ٹانک میں ایسا ہوا ہے۔انہیں

اب اچھے طالبان کا نام دیا جاتا ہے لیکن کام وہی کرتے ہیں بس فرق صرف اتنا ہے کہ طریقہ کار بدلا ہوا ہے۔

سوال: ٹی ٹی پی کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ دشمن کی آلہ کار بنی ہوئی ہے کہیں آپ بھی تو اس ڈگر پر نہیں ہیں؟

ڈاکٹر صید عالم محسود: ٹی ٹی پی کبھی بھی پُر امن نہیں تھی۔ ٹی ٹی پی شروع سے کہہ رہی تھی کہ ہم ساری دنیا میں اپنے ذہن کا اسلام لائیں گے۔ لیکن ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمیں تحفظ دو۔ ہمارا دہشت گردی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ ہمارا موقف اصولی اور عدم تشدد پر مبنی ہے۔ ہم کوئی عالمی ایجنڈا نہیں رکھتے بلکہ ہم اپنے حقوق مانگ رہے ہیں اسی فریم ورک میں جو اس ملک میں موجود ہے۔ لہٰذا ہمارے اوپر شک نہیں کرنا چاہیے۔ ہم نے اس ملک کے لیے بے شمار قربانیاں دیں ہیں۔ ہماری تحریک کسی کی سازش کا شکار کیوں ہوگی؟

سوال: آپ کی پلاننگ کیا ہے کہ آپ کی تحریک کو کوئی ہائی جیک نہ کرلے؟

ڈاکٹر صید عالم محسود: ہمارے رینک اینڈ فائل میں سارے committed لوگ ہیں کوئی غیر آئینی شخص نہیں آسکتا۔ اس کے علاوہ ہمارا الیکشن یا پارلیمنٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لیے کچھ لوگ کردار ادا کرتے ہیں لیکن الحمدللہ ہمیں اپنے لوگوں پر پورا بھروسا ہے کہ وہ ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ اللہ نہ کرے کہ ہمارے ہاتھوں کبھی بھی کوئی برا کام ہو اور اللہ ہمیں ظالم نہ بنائے۔ بلکہ اللہ ہماری مظلومیت کو ختم کرے۔

آصف حمید: پُرامن تحریک چلانا ہمارا یا ان کا آئینی حق ہے۔ ہماری خواہش اور دعا یہی ہے کہ یہ تحریک پُرامن رہے، ان کے مطالبات جائز طریقے سے پورے ہوں۔ ہمیں صرف یہ خوف ہے کہ اس کی آڑ میں کوئی ایسے واقعات نہ ہو جائیں جس سے ریاست پاکستان کے اوپر کوئی برا وقت آئے اور کوئی خانہ جنگی کی فضا بن جائے۔ کیونکہ اس سے پہلے دشمنوں نے پاکستان کو برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ تحریک والے بھی پُرامن رہیں اور ہمارے اصحاب حل و عقد اس کو سمجھیں اور مذاکرات کے ذریعے مسائل کو حل کریں۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

بقیہ: منبر و محراب

یعنی جو اس منزل سے کامیابی سے گزر جائیں ان کا مقام بہت اونچا ہے۔ گویا انہیں اللہ کی طرف سے خیر اور رحمت کا بہت بڑا حصہ مل گیا۔

﴿وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ ؕ﴾ ''اور اگر کبھی تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی چوک لگنے لگے تو اللہ کی پناہ طلب کر لیا کرو۔''

کسی وقت اگر کسی شخص نے کوئی ایسی بات کر دی جو بہت تکلیف دہ اور دل کو تڑپا دینے والی ہو تو داعیت کا تقاضا ہے کہ آپ صبر کریں۔ لیکن اس وقت شیطان آپ کو اُکسائے گا کہ اس کو ایسا جواب دو کہ اس کی اگلی نسلیں بھی یاد رکھیں۔ اگر داعی نے شیطان کے بہکاوے میں آکر ایسا کچھ کر دیا تو گویا اس نے اپنی ساری دعوت پر پانی پھیر دیا۔ اسی لیے یہاں کہا گیا کہ اگر کبھی ایسا موقع آئے تو صرف اللہ کی پناہ پکڑو۔ کیونکہ شیطان کو روکنے والی ذات صرف اللہ ہے۔ انسان خود شیطان کے حملے سے نہیں بچ سکتا۔ لہٰذا اللہ سے گزارش کرو کہ وہ شیطان کے حملے سے محفوظ کر دے۔ یہ ہے وہ مقام جو بہت ہی جامع اور اونچا مقام ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ ایک آئیڈیل مقام ہے۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ کسی شخص کا کتنا بھی اونچا مقام ہو جائے وہ شیطان کے حملے سے محفوظ نہیں ہے۔ اس بات کو بھی سمجھ لیجیے کہ اگر کسی شخص نے یہ سمجھ لیا کہ میں شیطان کے حملے سے محفوظ ہو گیا ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ شیطان کے فریب میں آچکا اور شیطان اس کے حوالے سے کامیاب ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کا خاص احتیاط رکھنا کہ کسی بھی وقت شیطان کا حملہ ہو سکتا ہے اور بڑے سے بڑے ولی پر بھی ہو سکتا ہے تو اس میں بالآخر اللہ ہی کی پناہ حاصل کی جائے۔ کیونکہ:

﴿اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۶﴾﴾ ''یقیناً وہی ہے سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا۔''

کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں کسی اونچے مقام پر پہنچ گیا اور ایسے مقام پر ہوں کہ اب شیطان مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ یہ کوئی مقام نہیں ہے بلکہ یہ خود شیطان کا ایک فریب ہے۔ صرف ایک اللہ ہی ہے جو انسان کو شیطان کے حملے سے بچا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کردار کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❁❁❁

غلبۂ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں — تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور — اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ مئی 2018ء شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ

مشمولات

☆ قندوز میں حافظِ قرآن بچوں پر فضائی حملہ ―― ادارہ
☆ حفظِ عظیم: سورۃ حٰمٓ السجدۃ کی آیات کی روشنی میں ―― شجاع الدین شیخ
☆ انقلابِ محمدی ﷺ کا استحکام اور اس کی توسیع ―― مولانا سید حامد میاںؒ
☆ ''ذکر تعار'' یعنی آنکھ کھلنے پر اللہ کا ذکر: فضیلت و آداب ―― جمیل الرحمٰن عباسی
☆ رمضان کی مبارک ساعتوں میں کرنے والے مخصوص کام ―― پروفیسر عبدالعظیم جانباز
☆ اللہ کا ذکر: روح کی غذا ―― پروفیسر عبداللہ شاہین
☆ بیت المقدس اور فلسطین پر قبضے کی یہودی منصوبہ بندی ―― مولانا محمد جہان یعقوب
☆ شام کا ماضی، حال اور مستقبل ―― محمد ندیم پشاوری
☆ ''مہذب حیوانیت'' ―― مسز بینا حسین خالدی
☆ اسلام اور دوسرے الہامی مذاہب ―― پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرون ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

پھول سارے بکھر گئے شاید

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

شام، روس امریکہ نورا کشتی کا مرکز بنا ہوا ہے۔ شام میں کیمیائی حملوں پر بظاہر روس کو مزہ چکھانے کے لیے امریکہ برطانیہ، فرانس بڑھکیں مارتے رہے۔ تاہم روس، ایران، اسدی قوتوں کی مکھی بھی نہ ماری گئی۔ خالی کردہ بلڈنگوں پر میزائل چلا کر مسلمانوں کی اشک شوئی کی گئی۔ فرانسیسی وزیر خارجہ نے فرمایا: ''شام کے اتحادیوں، روس، ایران اور حزب اللہ کے ٹھکانوں کو نشانہ نہیں بنایا گیا۔ یہ حملے اسد حکومت تبدیل کرنے کے لیے بھی نہیں تھے!'' سو 18 کیمیائی حملوں پر زبانی جمع خرچ کی چند پھلجھڑیاں اور چھوڑی گئیں۔ یہ ہے اہم مسلم ممالک کا محبوب اتحادی امریکہ۔ اس مسلم آنکھوں میں دھول جھونکی حملے کے فوراً بعد ٹرمپ نے آمدم برسر مطلب فرمایا: ''ہم اپنے (عرب) اتحادیوں سے کہہ رہے ہیں کہ وہ اب اپنے علاقے کی ذمہ داری خود سنبھالیں۔'' الجزیرہ کے مطابق ٹرمپ نے 200 ملین ڈالر کا شام میں تعمیر نو کے لیے جو وعدہ کیا تھا اب اسے روک دیا ہے۔ (شام کے شہروں کی جگہ کھنڈرات بنائی گئی بستیاں اربوں ڈالر کی متقاضی ہیں۔ ہنستے بستے شہر زندگی سے محروم ملبے کے ڈھیر بن چکے ہیں) وال سٹریٹ جرنل کی 17 اپریل کی رپورٹ کے مطابق ٹرمپ کے سیکورٹی مشیر جان بولٹن نے سعودی عرب، قطر اور امارات سے کہا ہے کہ وہ شمالی شام میں فوج اور اربوں ڈالر فراہم کریں۔ ٹرمپ اب وہاں سے اپنے دو ہزار امریکی فوجی نکالنے کے لیے بے قرار ہوا جا رہا ہے۔ وہاں خرچ ہونے والے پیسے پر بھی چیں بجبیں ہے۔

اگرچہ مڈل ایسٹ انسٹی ٹیوٹ کے چارلس لسٹر کا خیال تھا کہ یمن میں فوجی الجھاؤ کی بنا پر سعودی عرب اور امارات کو اس پر تیار کرنا مشکل ہوگا اور شاید مصر (جس کے انٹیلی جنس چیف سے بھی بولٹن نے بات کی، امریکہ مصر کو عرب فوج کی شام میں سربراہی دینا چاہتا ہے) بھی نہ مانے۔ لیکن گورے شاید اس دور کے مسلم حکمرانوں کی فدویت بھول گئے! پرویز مشرف نے جس طرح ایک فون کال پر پورے ملک کے وسائل امریکی قدموں میں (2001ء میں) ڈھیر کر دیئے تھے، بے مثل شراکت نباہی تھی، افغانستان فتح کرنے کو..... عین وہی تعاون سعودی وزیر خارجہ نے فوراً ریاض میں یو این چیف کے ہمراہ پریس کانفرنس کر کے پیش فرما دیا: ''ہم ٹرمپ کی جانب سے امریکی فوج نکالنے کی خواہش کے تناظر میں اپنے فوجی بھیجنے کو تیار ہیں۔'' سو اب نیا منظر نامہ جو ترتیب پا رہا ہے وہ یہ ہے کہ یمن کے بعد سعودی عرب اور امارات کی دولت ایک اور مسلم ملک میں الجھ کر بہے گی۔ خون تو بہہ ہی رہا ہے اب اس کے اخراجات بھی ہماری ہی جیب سے ادا ہوں گے۔ نہ صرف خون مسلم چہار جانب بہے گا، سینے میں اتاری جانے والی گولیاں میزائلز کا خرچ بھی ہماری جیب سے ادا ہوگا۔ یہ سارا اسلحہ امریکی اسلحہ ساز صنعت کو مضبوط کر رہا ہے، مسلمان سینے چھید رہا ہے۔ ترکی کے بالمقابل جو فوجی تردد امریکہ کو کرنا پڑ رہا تھا اب ترکی بمقابلہ سعودی عرب، امارات اور مصر جنگ چلے گی۔ فتنۂ دجال کے سر پر سینگ تو نہ ہوں گے! ٹرمپ نے بن سلمان سے ملاقات پر رال ٹپکاتے ہوئے سعودی دولت سے حصہ پانے کی خواہش ظاہر کی تھی، پلک جھپکنے سے پہلے سعودی وزیر خارجہ عادل الجبیر نے اس پر ہامی بھر لی۔ یمن کے بعد اب شام میں سعودی پیسہ اور خون بہے گا۔ نہلے پر دہلا یہ ہے کہ مصر میں عوام کی منتخب حکومت فوجی بوٹوں تلے روند کر اخوان کو عقوبت خانوں میں دھکیلنے والا السیسی اب شام میں مسلمانوں سے نبرد آزما ہوگا۔

ادھر ہمیں پورے زور و شور سے اتحاد بین المذاہب کا ٹھنڈا میٹھا بیانیہ پڑھایا، حلق سے اتارا جا رہا ہے۔ مساجد کے خطیبوں کے منہ میں الفاظ ڈال کر نرم ملائم حلوہ اسلام زور زبردستی سنوایا جا رہا ہے۔ یہ بیانیہ کچھ سمندر پار والوں کو بھی پڑھایا ہوتا۔ شام کو کھنڈر بنانے اور مسلمانوں کی سانس حلق سے کھینچ کر عورتوں بچوں پر خوفناک موت مسلط کرنے والوں کو ''مسلمانوں کو سزا دو''، قرآن جلا دو جیسے دن منانے والوں کو۔ توہین رسالت، اسلام سے نفرت، مساجد، پردے کے دشمن مسلم عورت کے منہ پر تھوکنے، قتل، تشدد کرنے والوں کو بھی پڑھایا ہوتا۔ ہم تو عالمی میڈیا پر مناظر دیکھ کر اتحاد بین المذاہب کی بموں، کیمیائی حملوں، مخالفین سے جینے کا حق چھیننے والی تشریحات ہی دیکھ رہے ہیں جو امریکہ یورپ میں رائج ہیں!

اسی دوران اسلامی اتحادی فوج کی زبردست مشترکہ مشقیں سعودی عرب میں ہوئیں۔ ہم ایڑیاں اٹھا اٹھا کر عالمی منظر نامے پر خونچکاں شامی، کشمیری فلسطینی، مسلمانوں کی دادرسی کی اس تیاری کو اپنے اجڑے خوابوں میں تلاش کرتے رہے۔ مگر نجانے کیوں پاکستانی سپوت راحیل شریف کی سرکردگی میں مسلم اتحاد کی گھن گرج نے مظلوموں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ ہمارے وزیراعظم صاحب جو خاص طور پر یہ مشقیں دیکھنے گئے تھے شاید انہوں نے کشمیر ہی کے لیے کوئی بات کی ہو! وہی بتا سکتے ہیں کہ یہ کون سی دہشت گردی کے خلاف اتحاد ہے؟ مودی؟ نتن یاہو؟ امریکہ، یورپ، روس، بشار کی مشترکہ مسلم کش دہشت گردی اس کا موضوع کیوں نہیں؟ امت اپنے بے بس مرتے عورتوں بچوں بوڑھوں کے لیے کسے پکارے؟ محمد بن قاسمؒ اب کہاں ہوا کرتا ہے؟ محمد بن سلمان اور محمد بن زید تو موجود ہیں۔ لیکن وہ تو سعودی عرب میں پہلا سینما گھر کھولنے اور امارات میں مندر کی مورتیاں سجانے میں مصروف ہیں! خونِ مسلم کی مسیحائی کے لیے دمشق میں بالآخر آنے والے آسمانی مسیحؑ ہی کا انتظار کرنا ہوگا۔

تاہم مسلم کشی پر سال بھر سے غیر معمولی موسمیاتی بم امریکہ پر مسلسل برس رہے ہیں۔ امریکی ہاتھی کا معاشی طور پر آہستہ آہستہ خون بہے جا رہا ہے۔ ٹرمپ کی بے قراری میں یہ عنصر پس پردہ شامل ہے۔ جس کی بنا پر وہ اپنے سے چھوٹے مسلم ممالک کی دولت پر نظریں گاڑے، دانت جمائے بیٹھا ہے۔ صرف 2017ء ہی میں آنے والے طوفانوں نے امریکہ کو 200 ارب ڈالر کا نقصان پہنچایا۔ وہ خود جا بجا اسے ''جنگی مناظر'' اور ''طوفانی بموں'' کا نام دیتے رہے۔ طوفانی ہوائیں، سیلابی ریلے، آگ کی تباہ کاریاں، کیچڑ کے دریا، برفانی طوفان۔ اب تک امریکہ کے طول و عرض میں جا بجا برفانی طوفانوں کے سلسلے جاری ہیں۔ شاید ہم نشینی کے زیر اثر سعودی عرب کو بھی شدید آندھی طوفان اور بارشوں نے آن لیا 50! ٹریفک حادثات ہوئے۔ 2 جاں بحق اور 59 زخمی ہوئے (ریاض میں) معمولات زندگی درہم برہم ہوگئے۔ اللہ کی پناہ۔

دنیا میں تو یہ سب جاری ہے۔ ہمارے نوجوانوں کا شام پر ردعمل ان کی نظریاتی، فکری بے کسی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ کچھ عرصہ پہلے پنجاب یونیورسٹی کے طلبہ نے شامی مسلمانوں سے اظہار یکجہتی کے لیے کفن پہن کر زمین پر دراز بے حس وحرکت لیٹ کر اپنی مُردنی (مردنی، مردانگی نہیں) کا ثبوت دیا۔ باقی گردوپیش تماشائی بنے کھڑے، امت کی بھرپور نمائندگی کر رہے تھے! جوانی میچ کھیلنے، دیکھنے، سری دیوی واٹس ایپ کرنے کی نذر ہے۔ شام کے مُردوں کے لیے ان کا ''کاسٹیوم'' پہن کر مظاہرہ کرکے گویا حق مسلم ادا کر دیا۔ یا حسرتا! ادھر چیئر مین لاپتہ افراد کمیشن جسٹس جاوید اقبال نے قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق میں انکشاف فرمایا، 10 برس بعد! ''مشرف دور میں 4 ہزار افراد غیر ملکیوں کو ڈالروں کے عوض بیچے گئے۔'' اور آپ چپکے بیٹھے رہے؟ نیز یہ کہ غیر ملکی ایجنسیاں لاپتہ کرکے پاکستانی ایجنسیوں پر الزام لگانا چاہتی ہیں۔ یہ کونسی غیر ملکی ایجنسیاں ہیں کہ ہمارے ہی ملک میں سلیمانی ٹوپی اوڑھے، عالمی شہرت یافتہ ہماری ایجنسیوں کی آنکھوں میں دھول جھونک دیتی ہیں؟ جن کا کام ہی ملکی سلامتی کے دشمنوں کو پکڑنا ہے۔ یہ غیر ملکی ان کو بدنام کریں اور کسی کی گرفت میں بھی نہ آئیں؟ جسٹس صاحب اس پر کماحقہ روشنی ڈالیں تاکہ مسئلہ حل ہو۔ (میڈیا رپورٹس۔ 16، 17 اپریل) انہوں نے آمنہ جنجوعہ کو فارن ایجنٹ بھی کہا! سالہا سال سے لاپتگان کے مظلوم لواحقین کے لیے سڑکوں پر دھول دھکے کھاتی نجانے کس کی اتنی فدوی ایجنٹ ہے؟

چلیے ذرا مختلف ایک حیران کن خبر اور پڑھ لیجیے۔ برطانیہ میں ایک پارٹنر (وہاں شوہر ہونے کا اعزاز کم ہی ملتا ہے) مرد کو خاتون نے گھریلو تشدد کا شکار کیے رکھا۔ ثابت ہونے پر اس مرد مار خاتون کو 7 سال قید کی سزا سنائی گئی ہے۔ اگرچہ نری پارٹنر کے ہاتھوں خاموش پٹنے پر 6 ماہ کی سزا تو اس مرد کو بھی ملنی چاہیے تھی! تاہم ہماری فیصل آباد کی لڑکی بااختیار ہونے اور طاقت ور ہونے (Women Empowerment) میں نمبر کاٹ گئی ہے۔ اس نے نشہ آور مشروب پلا کر محبوب کو مضروب یوں چھوڑا کہ عالم بے ہوشی میں اس کا گردہ چرا کر لے گئی! تحریک آزادیٔ نسواں کی عالمی سربراہی کی یہ لڑکی بجا طور پر حق دار ہے۔ ہم ویمن ہراسمنٹ پر قانون سازیاں کر رہے ہیں!

خوشبو ئے گل نہیں چمن میں جمال
پھول سارے بکھر گئے شاید

❁❁❁

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی'' میں

05 تا 06 مئی 2018ء

(بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

علاقائی اجتماع برائے ملتزم رفقاء

(حلقہ جات کراچی شمالی، کراچی جنوبی، کراچی وسطی، حیدرآباد، سکھر اور بلوچستان)

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ ملتزم رفقاء شرکت کا اہتمام کریں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 021-34306041 / 0332-1333395

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''جامع مسجد العابد، وارڈ نمبر 7 حیاتسر روڈ گوجر خان'' میں

11 تا 13 مئی 2018ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

امراء ونقباء تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ

امراء ونقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-4620514 / 0321-5564042

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

یکم مئی اور انسانی حقوق کا چارٹر

پروفیسر عبدالعظیم جانباز

یکم مئی کا دن عہد حاضر میں ظلم اور استحصال کے خلاف کی گئی جدوجہد کی کامیابی اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف مزدوروں کی بغاوت کا دن سمجھا جاتا ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے ہم اس کی مختصر تاریخ آپ کے سامنے رکھیں گے۔ اگرچہ ہر سال مختلف اخبارات و رسائل میں اس حوالے سے بہت کچھ چھپتا ہے، لیکن یاد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مغربی سرمایہ دارانہ نظام میں مزدوروں سے ایک دن میں اوسطاً سولہ اور اٹھارہ گھنٹے کام لیا جاتا تھا، اس کے مقابلے میں ان کی مزدوری بہت کم رکھی جاتی تھی جبکہ انہیں دیگر مراعات بھی نہیں دی جاتی تھیں۔ 1886 میں شکاگو میں مزدوروں نے اپنے مطالبات کے حق میں تحریک شروع کی۔ ان کا بنیادی مطالبہ تو دن میں آٹھ گھنٹے کام کا تھا، اس کے ساتھ ساتھ تنخواہوں میں اضافے اور دیگر مطالبات شامل تھے۔ ابتدا میں فیکٹری، مل مالکان، سرمایہ داروں نے مزدوروں کے احتجاج پر کان نہیں دھرے، لیکن جب احتجاج بڑھتا گیا تو انہوں نے مقامی اور تربیت یافتہ مزدوروں کے بجائے غیر مقامی اور غیر تربیت یافتہ مزدوروں کو ملازمتوں پر رکھنا شروع کر دیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر مزدوروں نے متنبہ کیا کہ اگر ان کے مطالبات نہیں مانے گئے تو یکم مئی سے وہ ہڑتال پر چلے جائیں گے۔

مالکان نے مزدوروں کے مطالبات کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا، جس کے نتیجے میں یکم مئی کو شکاگو کے تمام کارخانوں اور فیکٹریوں میں ہڑتال کی گئی، تیسرے دن یعنی تین مئی کو مزدوروں نے ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا، پولیس نے مزدوروں کے احتجاج کو کچلنے کے لیے بلاجواز فائرنگ کی اور اس کے نتیجے میں 5 مزدور جاں بحق ہو گئے۔ اپنے ساتھیوں کے قتل کے بعد مزدوروں کا عزم مزید پختہ ہو گیا اور وہ پیچھے ہٹنے کے بجائے اپنے سرمایہ داروں کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔ 4 مئی 1886 کو شکاگو کے ''Hay مارکیٹ اسکوائر'' پر ایک بہت بڑا احتجاجی جلسہ منعقد کیا گیا اور اس میں گزشتہ روز جاں بحق ہونے والے اپنے ساتھیوں کے حق میں تقاریر کی گئیں۔ جلسہ ابھی جاری تھا کہ ایک پولیس آفیسر 180 سپاہیوں کے ساتھ جلسہ گاہ میں داخل ہوا اور اس نے جلسہ ختم کرنے کا حکم دیا۔ جلسہ اس وقت اختتام پذیر تھا جب ایک اور سانحہ ہوا کہ کسی شر پسند نے جلسہ گاہ میں دھماکہ کر دیا، اس کے نتیجے میں چند پولیس اہلکار ہلاک ہو گئے۔ یہ صورتحال دیکھ کر پولیس نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی جس کے نتیجے میں 2 عورتوں اور ایک بچے سمیت 11 افراد جاں بحق ہو گئے۔ ایک مزدور نے اپنی قمیض خون میں ڈبو کر اس کا جھنڈا بنایا، اس طرح سرخ رنگ مزدوروں کی جدوجہد کی علامت بن گیا۔

مزدوروں کی تحریک ختم نہیں ہوئی، ان کی خاموشی ان کی آواز سے زیادہ طاقتور ثابت ہوئی اور اس ساری جدوجہد اور جان کی قربانیوں کے نتیجے میں مزدوروں نے 8 گھنٹے کے اوقات کار کا بنیادی حق حاصل کیا جبکہ اس کے ساتھ ساتھ مناسب مزدوری اور دیگر مراعات بھی حاصل کیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ان مزدوروں اور ان کی قربانیاں رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی۔ یہ لوگ تاریخ میں امر ہو گئے ہیں۔ ہر سال جب بھی یکم مئی کا دن آتا ہے تو ان مزدوروں کی یاد میں جلسے، جلوس، ریلیاں منعقد کی جاتی ہیں، ان کی جدوجہد کو خراجِ تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ یقیناً آج صنعتی مزدوروں کو جو بنیادی حقوق حاصل ہوئے ہیں اس میں ان جانبازوں کا کلیدی کردار ہے۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جن حقوق کے حصول کے لیے ان مزدووں نے اپنی جانیں قربان کیں، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، تکلیفیں سہیں، وہ حقوق تو اسلام نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی انسانوں کو عطا فرما دیئے تھے۔ قرآن پاک کی سورہ الزخرف آیت نمبر 32 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں۔''

ملازموں، خادموں یا غلاموں کے حوالے سے نبی مہربان ﷺ کے ارشاد گرامی کا مفہوم ہے کہ ''یہ تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ نے تمہارے ماتحت بنایا ہے، ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاؤ، وہی پہناؤ جو خود پہنو، ان سے ایسا کام نہ لو کہ جس سے وہ بالکل نڈھال ہو جائیں، اگر ان سے زیادہ کام لو تو ان کی اعانت کرو'' (بخاری و مسلم)

ذرا اس حدیث مبارکہ پر غور کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ مزدوروں کے حقوق کی مکمل پاسداری کی ہدایت کی جا رہی ہے۔ اس میں ان کی اچھی تنخواہ، ان کی استعداد کے مطابق کام، ان کے آرام، ان کی معاونت اور ان کی عزت نفس کا خیال رکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ آگے چلیے ایک اور حدیث پاک کا مفہوم آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے ارشاد پاک کا مفہوم ہے کہ ''ملازم اگر ستر بار بھی غلطی کرے تو اسے معاف کر دو'' کتنی پیاری بات ہے۔ کتنے حکیمانہ انداز میں یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر تمہارے ملازم سے کوئی غلطی ہو جائے، کوئی بھول چوک ہو جائے تو اسے معاف کر دو، یہ نہیں کہ اس کو سخت سزائیں دو یا بہت سے لوگ جسمانی سزا تو نہیں دیتے لیکن اپنی باتوں، اپنے لہجے اور جملوں سے اپنے ملازموں، ماتحتوں کی روح تک کو زخمی کر دیتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''مزدور کو مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو'' (ابن ماجہ) مزدوروں اور ان کے حقوق کا پیارے نبی ؐ کو کتنا خیال تھا اس کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ ''قیامت کے دن جن تین آدمیوں کے خلاف میں مدعی ہوں گا ان میں ایک وہ شخص جو کسی مزدور کو رکھے اور اس سے پورا پورا کام لے مگر مزدوری پوری نہ دے'' (بخاری)

یہاں یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ ہفتے میں چھ دن کام اور ایک دن آرام کا اصول بھی کسی مغربی مفکر نے عطا نہیں کیا بلکہ صدیوں پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مزدوروں کو ہفتے میں ایک دن آرام کا حق دلایا تھا۔ جب بنی اسرائیل مصریوں کے غلام تھے اور فرعون ان سے بے انتہا کام لیتا تھا، ذرا سی سستی دکھانے پر ان کو کوڑوں اور چھڑیوں سے پیٹا جاتا تھا، قبطی غلاموں کی حالت زار بہت خراب ہو گئی تھی۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں ہی ہوتے تھے، انہوں نے ہی فرعون کو یہ مشورہ دیا تھا کہ ان سے اتنا زیادہ کام نہ لو اور انہیں ہفتے میں ایک دن آرام کا موقع بھی دو۔

ان تمام باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ انسانی حقوق اور مزدوروں یا ملازموں کے حقوق کا سب سے بڑا چارٹر اسلام نے ہی دیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلام کے پیغام کو دنیا میں زیادہ سے زیادہ پہنچائیں اور دنیا کو یہ بتائیں کہ دہشت گردی اسلام کی تعلیمات نہیں ہیں بلکہ اسلام تو دینِ فطرت ہے اور جن حقوق کے لیے شکاگو کے مزدوروں کو اپنی جانیں قربان کرنی پڑی تھیں وہ حقوق تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدیوں پہلے لوگوں کو عطا کر دیے ہیں۔

باطل کی یلغار اور "مسلمان قوم"

محمد فہیم

اس وقت امت مسلمہ نامی کوئی چیز دنیا میں نہیں۔ یہ جو ہم ''امت امت'' کی اصطلاح عادۃً استعمال کر رہے ہیں یہ غلط انطباق ہے۔ امت کی تو تعریف یہ ہے کہ مسلمان کلمہ طیبہ کی بنیاد پر جغرافیائی، نسلی، رنگت، لسانی وغیرہ بنیادوں سے پرے ایسے ایمانی اتحاد میں جڑ کر ایک بنیانِ مرصوص بن جائیں کہ مشرق کا مسلمان مغرب کے مسلمان کی معمولی تکلیف پر تڑپ اٹھے اور وہ کفر کے مقابلے میں یک جان ہو کر ہر اس ظلم کی راہ میں پہاڑ بن کر کھڑے ہوں۔

چونکہ دنیا کے تقریباً 57 مسلمان ملکوں پر پھیلے ہوئے مسلمانوں کے درمیان مذکورہ بالا تعریف کسی بھی درجہ میں وجود نہیں رکھتی لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان ملکوں میں ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمان مختلف قومیتوں کی شکل میں ان ملکوں پر مسلط اسلام دشمن قوموں کے ایجنٹوں کے تحت زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ عرب قوم، مصری قوم، افغان قوم، پاکستانی قوم، بنگلہ قوم وغیرہ وغیرہ تو ہے لیکن امت کی اصطلاح کا ان پر درحقیقت اطلاق ہوتا نہیں۔ مصر پر السیسی ہے تو امریکہ کا ایجنٹ۔ افغان پر کرزئی ہو یا اشرف غنی، دونوں امریکہ کے مسلط کردہ اور بھارت کے ایجنٹ۔ شام میں بشارالاسد وغیرہ وغیرہ، اور اب تو حد ہوگئی کہ سعودی عرب مکمل طور پر امریکہ کے زیر اثر آ گیا ہے۔ شہزادہ MBS (ولی عہد کا یہ مغرب سے عطا کردہ نام ہے) تو برملا امریکی ایجنٹ اور اسرائیلیوں کا ہم مشرب اور ہم پیالہ ہے۔ اس کی روشن خیالی اور سعودی سرزمین کو اباحیت اور برہنگی کی طرف لے جانے کی پالیسیاں ڈھکی چھپی نہیں رہیں۔ خبر ہے آج یعنی 18 اپریل 2018ء کو ریاض میں امریکی کمپنی کے بنائے ہوئے پہلے سنیما گھر کا افتتاح ہو رہا ہے۔ وہ کھلم کھلا فلسطینیوں کے مقابلے میں یہودیوں کا ہمدرد اور ہم خیال ثابت ہو رہا ہے۔ اس کی روشن خیالی سے سعودی سرزمین میں یہودیوں کی سازشوں کے لیے راہیں کھولنے کی شروعات ہو چکی ہیں۔ دنیائے اسلام کی اب سعودی حکمرانوں سے اسلام کے حوالے سے کوئی توقعات وابستہ کرنا صرف خواہش ہی ہو سکتی ہے۔ ایسے میں مغربی اسلام دشمن طاقتیں اور خصوصاً امریکہ، اسرائیل اور بھارتی تگڑم کی جسارت مزید بڑھتی جا رہی ہے۔ چنانچہ امریکی صدر ٹرمپ اب کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر دنیائے اسلام اور خصوصاً پاکستان کو چیلنج کرنے میں کوئی بات چھپا کر نہیں رکھتا وہ کھلم کھلا دھمکیاں دے رہا ہے۔

مسلمان حکمران چونکہ پہلے ہی سے ان قوتوں کے پٹھو ہیں لہٰذا اب وہ دھڑلے سے مسلمان ملکوں کے خلاف ہر قسم کی جارحیت کو روا رکھنے میں باک محسوس نہیں کرتے۔

حالیہ دنوں میں فلسطینی نوجوانوں کے آزادی مارچ پر اندھا دھند فائرنگ کی جس میں درجنوں شہید اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ اس طرح افغان صوبہ قندوز میں قرآنی حفظ سے فارغ شدہ طلبہ کی دستار بندی کے موقع پر مدرسہ پر امریکی بمباری سے سینکڑوں طلبہ اور ان کے والدین کی شہادت اور اسی طرح انہی دنوں نہتے کشمیریوں کے جلوس پر بھارتی فوجیوں کی فائرنگ سے 20 سے زیادہ شہداء اور سو کے قریب زخمی مسلمانوں کے واقعات کیا پیغام دیتے ہیں۔ یہی نا کہ امت مسلمہ نام کی کوئی شے اگر ہوتی تو 59 ملکوں پر پھیلی ہوئی یہ ''امت'' پوری دنیا کو لرزہ براندام کر سکتی تھی۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ مسلمان قوم (امت نہیں) سے روح محمدیﷺ نکالی گئی ہے۔ ان کے اوپر کفری قوتوں نے اپنے ایجنٹ مسلط کر رکھے ہیں۔ اور ان میں کفری تخیلات، روشن خیالی اور جدیدیت کے انجکشن لگوا کر ان کے اندر سے دین کی روح کو مضمحل کر کے ذہنی طور پر غلام بنائے رکھا ہے۔

ایک طرف یہ تو میں تعلیم کا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہیں تو دوسری طرف قرآنی تعلیمات کے مراکز پر بمباری کر رہے ہیں۔ اور دینی مراکز کے خلاف تمام حربے بروئے کار لا کر ان کو بدنام کر رہے ہیں۔ نیز این جی اوز اور ''تعلیمی ایڈ'' (ایڈز) کے ذریعے ہمارے تعلیمی سلیبس سے دینی، اخلاقی اور علامہ اقبال کے کلام کو کھرچنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ آزادی اور انسانی حقوق کی بات کا کتنا چرچا کر رہے ہیں لیکن بات جب فلسطین اور کشمیر کے نہتے مسلمانوں کی ہوتی ہے تو ان کی انسانی حقوق کی حس مر جاتی ہے۔ ملالہ کون تھی؟ کہاں کی وہ تعلیمی کاز کی علمبردار تھی؟ چونکہ اسے مغربی تہذیب کا سمبل بنانا تھا لہٰذا اسے ہیروئن بنا کر نوبل انعام سے نوازا گیا جبکہ قندوز میں معصوم حفاظ قرآن پر آگ برسائی گئی، اس لیے کہ ان کی تعلیم اور تھی اور ملالہ کی تعلیم کچھ اور۔ اب یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ عالم کفر کی صف اوّل کی اتحاد ثلاثہ یعنی امریکہ، اسرائیل اور بھارت کسی بھی اخلاقی اور سفارتی آداب کو خاطر میں لائے بغیر پاکستان کے خلاف اپنی سازشیں منطقی انجام تک پہنچانے کے درپے ہیں۔ کیونکہ انھیں ایک ایٹمی اور نظریاتی پاکستان اپنے شیطانی عزائم میں سب سے بڑی رکاوٹ نظر آتا ہے۔ لہٰذا وہ کھلم کھلا دھمکیوں کے علاوہ پاکستان دشمن تحریکوں کو اُٹھانے کی سازشیں کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ موجودہ ''پشتین'' تحریک بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے عوام اور مسلح افواج ان سازشوں کے خلاف بروقت مناسب اقدامات کر کے پاکستان کی سالمیت کے خلاف بڑھنے والے خطرات کا قلع قمع کریں گے۔ ویسے ہمیں ہر وقت چوکس رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس ملک میں اسلامی تعلیمات، اخلاقیات، حیا اور اسلامی کلچر کے خلاف بڑے پیمانے پر بیرونی قوتیں مصروف عمل ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ روشن خیالی کے لباس میں اباحیت، عریانی اور فحاشی کو فروغ دے کر افراد سے شرم و حیاء کا لباس اتارا جائے۔

اخباری رپورٹوں کے مطابق ''اقوام متحدہ'' کی طرف سے پاکستانی حکومت کو حال ہی میں ایک ڈائریکٹو بھیج دیا گیا ہے جس میں معاشرہ کو فری سیکس سوسائٹی بنانے پر زور دیا گیا ہے۔ اور موجودہ حکومت نے اس حکم نامے پر ''Noted'' کر کے اس کی ایک طرح توثیق کی ہے۔ یاد رہے اسی نوعیت کا ایک حکم نامہ PPP کی گزشتہ حکومت کو بھی یو این سے آیا تھا جسے Endorse کرنے سے اس وقت کی قیادت نے صاف انکار کیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی فرقہ واریت، لسانی اور نسلی اور علاقائی عصبیتوں کو ابھارا جائے تو خود بخود پاکستانی قوم ذلت کی گہرائی میں گرے گی۔ آج کل ہمارے سب سے اہم ادارے یعنی مسلح افواج کے خلاف جو نہایت خوفناک اور شرمناک پروپیگنڈا شروع کیا جا چکا ہے اس کا فوری انسداد بہت ہی ضروری ہے اور یہ کام محب وطن عوام کا ہے۔ ہمیں احساس ہونا چاہیے کہ ہماری فوج نہ صرف ہماری جغرافیائی سرحدوں کی محافظ ہے بلکہ وہ ہمارے نظریے (نظریۂ پاکستان) کی بھی محافظ ہے۔ ہمیں عراق، لیبیا، شام اور افغانستان، یمن، سعودی عرب وغیرہ میں مغربی شیطانی قوتوں کی مداخلت اور ان مسلمان ملکوں کی تباہی سے بہت کچھ سیکھنا چاہیے۔ (باقی صفحہ 18 پر)

جنت میں لے جانے اور دوزخ سے محفوظ رکھنے کا عمل

ابوعبداللہ

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی عمل ایسا بتا دیجئے جو مجھ کو جنت میں لے جائے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حقیقت تو یہ ہے کہ تم نے ایک بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے۔ لیکن جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے اس کے لیے یہ بہت آسان بھی ہے۔'' پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور خانہ کعبہ کا حج کرو۔'' پھر اس کے بعد فرمایا: ''اے معاذ! کیا تمہیں خیر و بھلائی کے دروازوں تک نہ پہنچا دوں۔ (تو سنو) روزہ (ایک ایسی) ڈھال ہے (جو گناہ سے بچاتی ہے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھتی ہے) اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے (اور اسی طرح) رات (تہجد) میں مومن کا نماز پڑھنا (گناہ کو ختم کر دیتا ہے) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (جس میں تہجد گزاروں اور رات میں اللہ کی عبادت کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس پوری آیت کا ترجمہ ہے):

''ان (مومنین صالحین) کے پہلو (رات کے اکثر حصے میں) بستروں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف و امید سے پکارتے اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے ان میں سے وہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان (مومنین صالحین) کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ ان کے اعمال کا صلہ (انعام) ہے جو وہ کرتے تھے۔'' (السجدہ: 16،17)

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں اس چیز (یعنی دین) کا سر اور اس کے ستون اور اس کے کوہان کی بلندی نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ! ضرور بتائیے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: اس چیز (دین) کا سر اسلام ہے، اس کے ستون نماز ہے اور اس کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں ان تمام چیزوں کی جڑ نہ بتادوں؟'' میں نے عرض کیا ہاں۔ اللہ کے نبی ضرور بتائیے۔ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور (اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: اس کو بند رکھو۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ہم اپنی زبان سے جو بھی لفظ نکالتے ہیں ان سب پر مواخذہ ہوگا، آپ نے فرمایا معاذ! ''تمہاری ماں تمہیں گم کر دے۔ (یہ ایک محاورہ ہے جو عربی زبان میں اظہار تعجب کے لیے بولا جاتا ہے)۔ لوگوں کو ان کے منہ کے بل یا پیشانی کے بل دوزخ میں گرانے والی اسی زبان سے کی گئی (بری) باتیں ہوں گی۔''

(مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

اس حدیث میں ''دین'' کی تصویر بڑے خوبصورت انداز میں اجاگر کی گئی ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کسی جسمانی وجود کا مدار ''سر'' پر ہوتا ہے کہ اگر سر کو اڑا دیا جائے تو جسمانی وجود بھی باقی نہیں رہے گا، اسی طرح ''ایمان و اسلام''، یعنی عقیدہ توحید و رسالت دین کے لیے بمنزلہ سر کے ہیں کہ اگر توحید و رسالت کے اعتقاد کو ہٹا دیا جائے تو دین کا وجود بھی باقی نہیں رہے گا، پھر جس طرح کسی جسمانی وجود کو برقرار رکھنے اور کارآمد بنانے کے لیے ''ستون'' اولین اہمیت کا حامل ہوتا ہے اسی طرح دین کا ستون نماز ہے۔ نماز ہی وہ بنیادی طاقت ہے جو دین کے وجود کو وابستہ اور قائم رکھتی ہے اگر نماز کو ہٹا دیا جائے تو دین کو وجود اپنی اصلی حالت کی برقراری سے محروم ہو جائے گا۔ اور پھر جس طرح کسی جسمانی وجود کو باعظمت بنانے اور اس کی شوکت بڑھانے کے کسی امتیازی اور منفرد وصف و خصوصیت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح جہاد دین کی عظمت و شوکت اور ترقی و وسعت کا انحصار جہاد پر ہے اگر جہاد کو (خواہ وہ قلم سے ہو یا زبان سے اور خواہ تلوار سے ہو یا تبلیغی جدوجہد سے) اہل اسلام کے ملی وصف سے خارج کر دیا جائے تو دین ایک بے شکوہ اور بے اثر ڈھانچہ بن کر رہ جائے۔

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

حدیث کا آخری حصہ ''زبان'' سے متعلق اس ہدایت پر مشتمل ہے جو دین کو اضمحلال اور ذہنی گندگی کے گھن سے بچانے کے لیے ایک بڑے نفسیاتی نکتہ کی غماز ہے۔ مطلب یہ کہ دین کے وجود، دین کی بقا اور دین کی عظمت و شوکت کے اظہار کے لیے زبان کی حیثیت جڑ کی سی ہے۔ زبان کو قابو میں رکھنا دین و دنیا کی فلاح و نجات کا پیش خیمہ ہے اور زبان کو بے قابو چھوڑ دینا خود کو دین و دنیا کی تباہی کی طرف دھکیل دینا ہے لہٰذا لازم ہے کہ بدگوئی سے بچا جائے یعنی منہ سے ایسے الفاظ نہ نکالے جائیں جو برائی، فحاشی اور بدکلامی کے حامل ہوں، وہ برے کلام جو گناہ اور فحاشی کے ہوں، یا کسی کی غیبت کرنا، جھوٹ بولنا اور یا الزام تراشی کرنا ایسی برائیاں ہیں جن سے زبان و ذہن کی حفاظت نہ کی گئی تو جان لیجئے کہ دوزخ کے عذاب سے نجات مشکل ہوگی۔ دین و دنیا کی بھلائی چاہنے والے اور ابدی نجات و سعادت کے طلب گار اسی لیے اپنی زبان پر قابو رکھتے ہیں کہ نہ معلوم کب اس سے کوئی ایسی بات نکل جائے جس پر کفر بکنا یا گناہ و معصیت کی بات کہنا لازم آجائے اور پھر اس کی پاداش میں اللہ کا عذاب بھگتنا پڑے۔ درحقیقت ''زبان'' بہت بڑی وجہ سعادت بنتی ہے جب اس سے نیک کلام اچھی باتیں، خیر و بھلائی کے الفاظ اور وعظ و نصیحت کے جملے نکلتے ہیں، دنیا و آخرت میں اسی انسان کا رتبہ بلند مانا جائے گا جو ''زبان'' کی عظمت و تقدیس کو ہر حال میں ملحوظ رکھے۔ بدکلامی اور بری باتوں سے بہر صورت اجتناب کرے۔

مظفر گڑھ میں ایک روزہ دعوتی پروگرام

حلقہ کے ناظم دعوت کی قیادت میں ہر ماہ ایک روزہ دعوتی پروگرام منعقد ہو رہا ہے۔ 8 اپریل کو ملتان سے 17 رفقاء پر مشتمل ایک قافلہ مظفر گڑھ شہر کے لیے روانہ ہوا۔ ایک گھنٹہ کی مسافت کے بعد رفقاء منزل مقصود پر پہنچے۔ مسجد انتظامیہ نے جماعت کا استقبال کیا۔ نوافل کی ادائیگی کے بعد سلیم اختر نے رفقاء کی تربیتی نشست کا اہتمام کیا۔ جس میں دینی فرائض، دین کا تصور، پر مذاکرہ کرایا گیا۔ ظہر سے قبل اہل علاقہ میں استحکام پاکستان کے حوالے سے بروشر تقسیم کیے گئے۔ ظہرانہ اور آرام کے بعد اہل محلہ کو دعوت دی گئی۔ اور نماز عصر کے بعد اہل علاقہ سے ایک عمومی خطاب کا انتظام تھا۔ تقریباً 50 احباب نے درس قرآن سنا۔ درس کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ مظفر گڑھ کی جامع مسجد کے خطیب مولانا خلیل احمد شاہ سے ناظم دعوت نے ملاقات کی۔ مظفر گڑھ کے رفقاء نے اس پروگرام کے لیے خوب محنت کی، اللہ پاک ان کو اجر سے نوازے۔ آمین (رپورٹ: شوکت حسین انصاری)

وہاڑی میں دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی کے مقامی مرکز شیخ کالونی میں عرصہ دراز سے ماہانہ بنیادوں پر مستقلاً ایک دعوتی پروگرام ہوتا ہے۔ اور ملتان سے کوئی نہ کوئی مدرس اس درس کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ اس ماہ 15 اپریل کو حلقہ کے ناظم دعوت جناب محمد سلیم اختر نے یہ فرائض سرانجام دیئے۔ ملتان سے نائب امیر حلقہ قمر رئیس اور راقم الحروف بھی ان کے ہمراہ وہاڑی کے دورہ پر گئے۔ نماز عصر کے بعد نائب امیر حلقہ نے مقامی تنظیم کے ذمہ داران کو نظام اسرہ سے متعلق ہدایات دیں اور نظام العمل کا مطالعہ کرایا۔ نماز مغرب کے بعد انہوں نے مقامی امیر ڈاکٹر مظہر الاسلام سے ایک گھنٹہ کی خصوصی ملاقات کی۔ جبکہ سلیم اختر نے مسجد ہال میں سو سے زائد شرکاء سے خطاب فرمایا۔ ان کا موضوع سخن اقبال اور پاکستان تھا۔ انہوں نے گھنٹہ سے زائد وقت میں فکر اقبال اور پاکستان کے حالات پر خوبصورت اور مدلل خطاب فرمایا۔

انہوں نے اسلام کے سیاسی نظام پر آیات قرآنی واشعار اقبال کے ذریعے روشنی ڈالی۔

اسی طرح اسلام کا معاشرتی نظام، چادر اور چار دیواری کے احکامات اور اسلام کا معاشی نظام بھی زیر بحث لایا گیا۔ سامعین نے دلجمعی سے خطاب سنا۔ (رپورٹ: شوکت حسین انصاری)

بقیہ: چشم کشا ہمیں بحیثیت پاکستانی مسلمان دوسرے مسلمان ممالک میں ہونے والے ظلم وستم پر بھی خاموش نہیں رہنا چاہیے۔ دراصل یہ طاغوتی قوتیں اپنا اصل ٹارگٹ نظریاتی اور ایٹمی پاکستان ہی کو سمجھتی ہیں۔ اللہ کرے کہ ہمارے مجوزہ انتخابات بروقت ہوں اور ایسی قیادت برسر اقتدار آجائے جسے پاکستان اور نظریۂ پاکستان پر مکمل ایمان ہو اور وہ قائداعظم اور علامہ اقبال کے خوابوں کے پاکستان کو از سر نو تعمیر کرتے ہوئے اس قوم کو اس کی اصل منزل کی طرف رہنمائی کر سکے۔ آمین

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی واپڈا ٹاؤن لاہور کے ملتزم رفیق ذوالفقار علی کی والدہ شدید بیمار ہیں۔

☆ اسلام آباد جنوبی کے امیر محمد سلیم کے والد شدید علیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ مریضوں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم عالمہ کورس، ایم اے ڈبل میتھس کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے، سرگودھا والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0320-5851414

☆ رفیق تنظیم، عمر 30 سال، ذاتی کاروبار اور شعبہ تدریس سے وابستہ کے لیے دین دار گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0343-4954820

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت بھٹی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 29 سال، تعلیم ایم اے سپیشل ایجوکیشن ملازمت گریڈ 17، عقد ثانی کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ اور برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-9895999

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ صدیقی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم الیکٹرانکس انجینئرنگ کے لیے دینی مزاج کے حامل، ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0336-4666250

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت بھٹی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، حافظ قرآن تعلیم بی ایس آنرز فزکس، قد "4-'5 کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0343-4954820

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ تنظیم اسلامی کوئٹہ کے مبتدی رفیق تاج محمد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت (بیٹا): 0334-2468198

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم ڈیرہ اسماعیل خان کے ملتزم رفیق ڈاکٹر صاحبزادہ فضل حمید کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0346-7855207

☆ حلقہ ملتان، گل گشت کے ملتزم رفیق محمد عمر خان کے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-6366221

☆ حلقہ مالاکنڈ، واڑی تنظیم کے مبتدی رفیق محمد رشید کی اہلیہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، نوشہرہ کے ناظم دعوت محترم نصر اللہ اور رفیق امجد علی کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0302-5771785

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور صدر کے رفیق معراج الدین کے برادر نسبتی وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0300-5958005

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم پشاور شہر کے رفیق محترم وحید احمد قریشی کے سسر وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0345-9056564

☆ حلقہ لاہور غربی، ٹاؤن شپ کے مبتدی رفیق اصغر علی کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0303-4563984

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

An Empire Built on Fear!

Views from Abroad

Political leaders and the mass media deluge the public with a constant stream of frightening incidents caused by the enemy-of-the-week: nerve gas killing dozens of little babies in Syria, Russian-directed poison assassination attempts in England and terror incidents throughout Europe, requiring an increase in domestic police state surveillance and spying. Extensively monitored bank records, intrusive workplace controls, and all personal and, especially, political communications, are in the hands of state security officials or corporate security contractors.

Hundreds of prosecuting attorneys look forward to career-enhancing investigations in perpetuity, tracking the complex networks of extended personal and family links, including long forgotten acquaintances and the contents of casual conversations. Everyone may be subject to interrogations without warrant or explanation. And the 'media' cheers on the process. Political trials and convictions in court and the media are rampant. Social, work-place and academic self-censorship and blacklisting of dissident voices have become pervasive and accepted.

Elections and appointments are rigged by corporate and special interests to favor the most bellicose ideologues who manufacture the pretexts for war. Political intimidation, trade wars and sanctions run amok. 'Exceptional' people in authority are defined by their power to bludgeon the majority into passive submission. Corporate mass media propaganda repeats brief and lurid messages calling for the death and destruction of the latest 'fill-in-the-blank' enemy. War fever is everywhere infesting the weak minds of local opinion leaders, who echo the rants and raves of psychotic leaders without pausing to question.

Mexican immigrant workers are being described as dangerous invaders, drug dealers, rapists and threats to the everyday life of ordinary US citizens. Walls are being constructed and thousands of US National Guard are being called to the border to confront the invading agricultural workers and their families.

Before that, Muslims were universally described as brainwashed terrorists, programmed to plant bombs at their first opportunity anywhere and everywhere – on mass transport, in congested amusement parks, in any public space where the innocent may be harmed. A draconian ban of the entry of Muslims has been instituted – including elderly parents joining their citizen sons or daughters.

After the latest maniac massacre of students (at a school in US), understaffed public schools, (but not private, elite schools), are urged to arm the teachers with baseball bats, rocks and guns. Instead of multiplication drills, terrified teachers hold daily and weekly drills in their over-crowded classrooms – stuffing their pupils into closets and bathrooms. Elementary school lunchtimes have become prison-like exercises in 'total silence' drills as if to fool the would-be shooter. Images of little Oliver Twist meekly whispering to an armed guard for a bathroom pass come to mind. Haunting some outraged parents is the fear that a mad intruder might set fire to the school suffocating scores of children locked in closets and bathroom stalls because 'fire-drills' have been superseded by 'shooter-drills'.

Fear stalks the land! Where will it end?

Welcome to the Empire built by the West. An Empire built on Fear!

Source: ***Adapted from an article by Prof. James Petras, published on globalresearch.ca***

Note: ***The editorial board of Nida e Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

Vol: 27 Regd. No. C.P.L NO.114 No.18

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore